صوفیاں را رہنما و اولیا را رہبری

حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی سنجری

الحمد للہ کہ دریں زمان سعادت نشان صحیفہ خیر شمائل بر حالات خواجہ اجمیرؒ الموسوم

سوانح خواجہ غریب نوازؒ

مع

رہنمائے اجمیر شریف

من تالیف

جناب مولوی ابو الفخر شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوثقی اکبرآبادی

بحسن اہتمام ایس۔ ریاض الدین عفی عنہ نے

الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھپوائی

صوفیاں را رہنما و اولیا را رہبری

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری

الحمد للہ کہ دریں زماں سعادت نشاں صحیفۂ خیر مشتمل بر حالات خواجہ اجمیر موسوم بہ

سوانح خواجہ غریب نواز
رہنمائے اجمیر شریف

من تصنیف

جناب مولوی ابوالفخر شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی

باہتمام کمترین ایس۔ ریاض الدین عفی عنہ

الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الٰہی آشنائے نامِ خود گرداں زبانم را
کلیدِ مخزنِ انوارِ رحمت سازجانم را

یہ تقاضائے فطرت ہے کہ مافوق الاستعداد باتوں کو انسان عموماً چھوڑ دیتا ہے حمد و نعت کو انہیں باتوں میں سمجھیے کہ ذہن یاروکمرِیار کیطرح ان کا بھی دل و دماغ میں پتہ نہیں لیکن مصنفوں کی سنت یہی ہے کہ سب سے پہلے مذہباً خدا کی تعریف اور نبیؐ کی نعت لکھ دیں تاکہ صحیفہ متبرک ہو جائے صاحب کافیہ نے قصداً ان باتوں کو چھوڑ دیا۔ اور جب کسی نے اُن سے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے آغاز کتاب سے پہلے خدا کی حمد اور نبیؐ کی نعت دونوں زبانِ دل سے ادا کر لی تھیں۔ کہ ان دونوں کا ادا کرنا حقیقتاً ازروئے عقاید دل سے زیادہ تعلق رکھتا ہے نہ کہ قلم و دوات اور کاغذ سے

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہمچناں دراوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

نبیؐ کریم نے حمد خدا کے لیے "لا احصی" کہہ کر زبان کو خاموش کر دیا ہم نعت نبی کے لیے "ناممکن" کہہ کر زبانِ قلم کو ساکت کیے دیتے ہیں کہ جب یہ دونوں باتیں آجتک کسی سے ادا نہ ہو سکیں تو پھر ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ لہذا ع

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

امابعد ہندوستان والے اچھی طرح جانتے ہیں اور دل سے مانتے ہیں کہ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے ولی ہیں آپ کے معتقدین جسطرح مسلمان ہیں اسیطرح ہندو بھی ہیں مشائخ ہند آپ کے ہم سلسلہ ہونے کو فخر سمجھتے ہیں اور آپ کو ہندوستان کیلیے سبب رحمت جانتے ہیں۔ آپ کے حالات سے سینکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں اور ہر شخص نے بخیال خود آپکے حالات لکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔ نظر برآں اب کوئی نئی تاریخ جو آپکے حالات سے مملو ہو ضرورت تدوین سے مبرا النظر آتی تھی لیکن میرا عرصہ دراز سے یہ خیال تھا کہ آپ کے حالات اگر صاف اور صحیح اردو میں بلا مبالغہ اور بے کم وکاست لکھے جائیں نیز اجمیر شریف کی موجودہ حالت کا نقشہ لعینہ کھینچا جائے تو زائرین روضۂ خواجہ اور سیاحان اجمیر شریف کیلیے ایک نعمت غیر مترقبہ ٹھہرے مجھے والد مرحوم مغفور (نور اللہ مرقدہٗ) کے زمانہ حیات میں اجمیر شریف سے ایک خاص تعلق رہا ہے اسلیے اجمیر اور خواجۂ اجمیر کے حالات کماحقہٗ التسطیر کرنے میں مجھے کچھ زیادہ تشویش کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ؎

راز ونیاز بلبل وگل ہم سے پوچھیے
نرگس کی آنکھ بنکے رہے ہیں چمن میں ہم

ایک بے بضاعت اور کم مایہ حقیر ہستی کے ارادوں کی تکمیل خدا کے ہاتھ میں تھی جو اسطرح ہوئی کہ جناب منشی خواجہ بخش صاحب مالک الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ نے مجھسے حالات خواجہؒ لکھنے کی فرمائش کی اور میں نے بلا عذر منظور کر لیا۔

مجھے اپنی ناقابلیت کا حال خود معلوم ہے لیکن توفیق الٰہی کو شامل حال کر کے آغاز کتاب سے دیتا ہوں جس کا انجام خدا کے ہاتھ ہے ؎

ما کارِ خویش را بہ خداوند کارساز
بگذاشتیم تا کرمِ او چہا کُند

ناظرین اس مکمل و مرصع سوانح عمری کو دیکھ کر یقیناً محظوظ ہونگے کہ اسکی زبان دوسری کتابوں کی زبان سے مقابلتاً صاف اور ستھری سلیس اور دلچسپ ملیگی مجھ سے جہاں تک ہوسکتا ہے کوشش کروں گا کہ زبان کو اُلجھاؤ سے بچاؤں تا کہ ناظرین کا جی نہ الجھے اور مطالعہ سے ایک لطف خاص حاصل ہو۔ اس سوانح میں وہ باتیں ارادتاً چھوڑ دی گئی ہیں جنمیں دانایانِ فنِ سیر کو اختلاف ہے۔ اور جو باتیں بالاتفاق سب نے مانی ہیں وہ اسمیں درج ہیں حالات اجمیر شریف کی بنیاد زیادہ تر مشاہدہ پر ہے اور اکثر وہاں کے بزرگوں کی روایات پر تاریخ و جغرافیہ سے بھی جہاں تک مدد ملسکتی ہے لی ہے غرضکہ ہر طرح اس کتاب کو موجودہ تواریخ سے مرجح بنانیکی کوشش کیگئی ہے کہ اس ایک کتاب کے ہونے سے دوسری کتابوں کی ضرورت نہ رہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ نظر اس محنت کو نگاہِ قدرت سے دیکھینگے اور میری مساعی کو مشکور بنانے میں ساعی ہونگے۔

میں نے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تواریخ سے مدد لی ہے وہ یہ ہیں:-
مرآۃ الاسرار، خزینۃ الاصفیا، سیر العارفین، سیر الاقطاب، تذکرۃ المشائخ، کلمات الصادقین، مونس الارواح، تحفۃ الزائرین، اقتباس الانوار، احسن السیر، تحفۃ الابرار وغیرہ وغیرہ
اسلئے اس کتاب کو ان سب تاریخوں کا عطر سمجھیے۔
"ہر پھول کی بہار ہمارے چمن میں ہے"

سیماب
صدیقی الوارثی اکبرآبادی

خواجہؒ صاحب کی مفصّل تاریخ اور حالات

آپ خواجہ غیاث الدین حسن الحسینی السنجری کے صاحبزادے ہیں۔ اور آپکی والدہ کا نام ام الورع بی بی ماہ نور یا خاص الملکہ تھا۔ آپ حسباً و نسباً حسنی الحسینی ہیں۔

نسب نامہ پدری یہ ہے

(۱) حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری قدس سرہٗ (۲) ابن حضرت خواجہ غیاث الدین احمدؒ (۳) ابن حضرت سید کمال الدینؒ (۴) ابن حضرت سید احمد حسینؒ۔ (۵) ابن حضرت سید طاہرؒ (۶) ابن حضرت سید عبدالعزیزؒ (۷) ابن سید ابراہیمؒ (۸) ابن حضرت امام علی موسیٰ رضاؓ (۹) ابن حضرت امام موسیٰ کاظمؓ (۱۰) ابن حضرت امام جعفر صادقؓ (۱۱) ابن حضرت امام محمد باقرؓ (۱۲) ابن حضرت امام زین العابدینؓ (۱۳) ابن حضرت امام حسین علیہ السلام (۱۴) ابن حضرت علی کرم اللہ وجہٗ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

نسب نامہ مادری بعض تواریخ میں اسطرح درج ہے:۔

(۱) حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ (۲) ابن حضرت امام الورع (۳) بنت حضرت داؤد (۴) ابن حضرت سید عبداللہ حنبلی (۵) ابن حضرت یحییٰ زاہد (۶) ابن حضرت سید محمد مورث (۷) ابن حضرت سید داؤد (۸) ابن حضرت سید موسیٰ (۹) ابن حضرت سید عبداللہ محض (۱۰) ابن حضرت سید حسن مثنیٰ (۱۱) ابن حضرت امام حسن علیہ السلام (۱۲) ابن حضرت علی کرم اللہ وجہٗ

آپکی ولادت اور آپ کے والد بزرگوار کی کیفیت

نسب ناموں میں اختلاف ہے لیکن مندرجہ بالا نسب بالاتفاق مان لئے گئے ہیں اور

اسی لیے یہاں درج ہوئے۔ آپکی پیدائش موضع سنجرستان[1] میں بتاریخ ۱۴ رجب المرجب ۵۳۲ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق ہوئی اور آپ نے نشو و نما خراسان میں پائی بعض تواریخ میں تاریخ پیدائش ۹ جمادی الآخر بھی درج ہے لیکن صحیح وہی ہے جو پہلے لکھی گئی سنین پیدائش میں بھی اختلاف ہے بعض نے مادہ "تولید عاشق" نکالا ہے جس سے ۵۲۶ھ ہجری حاصل ہوتے ہیں اور بعض نے "امام مجتبیٰ" جس سے ۵۳۲ھ ہجری نکلتے ہیں۔

آپکے والد بھی مشائخ کبار میں بڑا درجہ رکھتے تھے اسلئے آپ کو ولی ابن ولی کہنا بیجا نہ ہوگا۔ آپکے خرق عادات بہت زیادہ مشہور اور بہت زیادہ تعجب خیز ہیں مثلاً ایک روز آپ آتش پرستوں کی طرف جا نکلے۔ ایک آتشکدہ کو افروختہ دیکھکر آپکے خادموں نے چاہا کہ آٹا گوندھ کر روٹی پکالے آتش پرستوں نے جب دیکھا کہ چند مسلمان آتشکدہ کے قریب جمع ہیں اور اسکی آگ سے روٹیاں پکانا چاہتے ہیں دوڑے اور خادم کو منع کیا۔ وہ خادم آپکے پاس آیا اور جو کچھ گذرا تھا عرض کر دیا۔ آپ وضو کر کے آتشکدہ کے قریب تشریف لیگئے۔ وہاں مختار نامی ایک آتش پرست کسی ہفت سالہ لڑکے کو گود میں لئے کھڑا تھا آپنے اس سے کہا کہ مختار تم اس آگ کی پرستش کیوں کرتے ہو جسمیں کوئی الٰہی طاقت نہیں ہے اور تم اُسے کیوں نہیں پوجتے جسنے اسے اور تمھیں دونوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ بولا کہ ہم تو آگ ہی کو اپنا معبود سمجھتے ہیں ہمارے آباؤ اجداد سے یہ رسم چلی آتی ہے۔ یہ سنکر آپنے فرمایا کہ اچھا اگر تمھارا اعتقاد آگ پر اسقدر ہے تو تھوڑی سی آگ ہاتھ میں تم اٹھا لاؤ۔ وہ بولا کہ اگر میں اسے ہاتھ لگاؤں گا تو فوراً جل مروں گا ؎

اگر صد سال گبر آتش فروزد
دگر یک دم دران افتد بسوزد

جب اُسنے یہ جواب دیا تو آپ نے اس ہفت سالہ لڑکے کو مختار کی گود سے چھین لیا اور آیہ کریمہ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ پڑھتے ہوئے آتشکدہ میں داخل ہوگئے مختار اور

[1] سنجرستان عراق سے سات روز کی راہ پر واقع ہے ۱۲
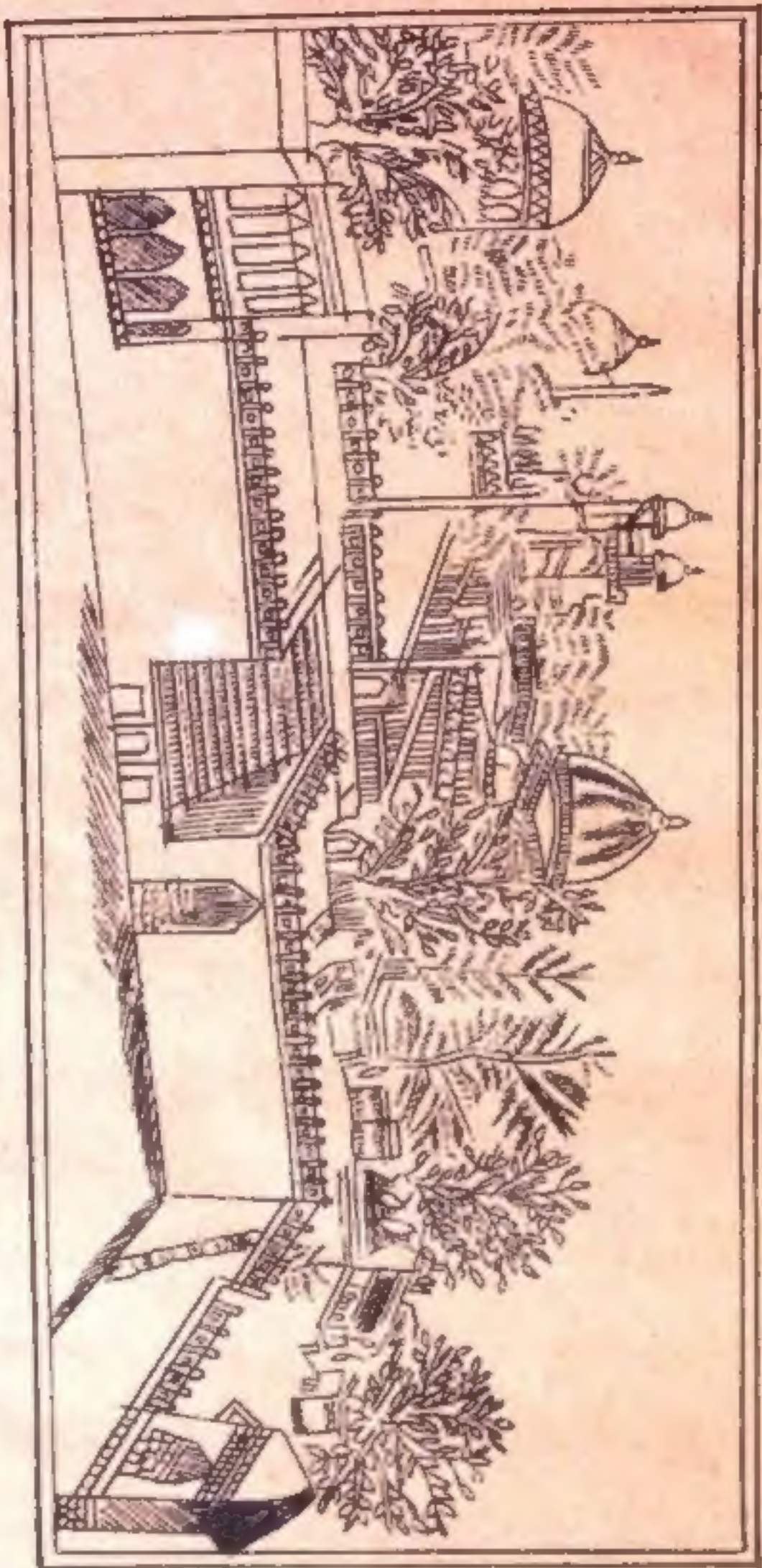
تمام آتش پرست شور و غل مچانے لگے تھوڑی دیر بعد آپ معہ اُس لڑکے کے بخیر تندرست و صحیح برآمد ہوئے لیکن آگ کے اثرات آپکے یا اُس لڑکے کے جسم پر مطلق نہ تھے یہ حال دیکھ کر آتش پرستوں کی ایک بہت بڑی جماعت اُسیوقت مسلمان ہو گئی۔ یہ کرامت بعض بادی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کیطرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے ۵۵۲ھ میں وفات پائی۔ دروازہ شام کے متصل آپ کا مزار مبارک ابتک زیارتگاہ عوام ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور سنجر میں تولد ہوئے اسلئے آپکو چشتی سنجری کہتے ہیں۔ ہرات کے قریب چشت ایک شہر ہے جسے اِس زمانہ میں شاہ قلان کہتے ہیں اس خاندانِ چشت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے چار بزرگوار ساکن چشت تھے جو اُسی شہر میں مدفون بھی ہیں (۱) خواجہ ابو احمد چشتی (۲) خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتیؒ (۳) خواجہ ابو یوسف چشتی (۴) خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمہ اللہ علیہم اجمعین۔

ابتدائے فقر

جس سال آپ کے والد ماجد نے دارِ فنا کو خیرباد کہا اُسی سال آپکی والدہ ماجدہ بھی رخصت ہو گئیں۔ اور آپ پندرہ برس کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ ترکہ میں آپکو ایک باغ اور ایک پن چکی ملی۔ ایکدن آپ باغ میں درختونکو پانی دے رہتے تھے کہ حضرت ابراہیم قندوزی جو مجذوب کامل تھے وارد باغ ہوئے۔ آپ انہیں دیکھتے ہی دوڑے سایہ میں بٹھایا اور خوشہ انگور لاکر سامنے رکھ دئے۔ اس تواضع کے صلہ میں مجذوب موصوف نے ایک کھل کا ٹکڑا اپنی جیب سے نکالا اور دانتوں سے خوب چبا کر خواجہ صاحب کو دیدیا۔ اُس کا کھانا تھا کہ خواجہ صاحب کے دل سے دنیا کی محبت بالکل محو ہو گئی باغ اور جو کچھ بھی اُسوقت موجود تھا سب فقیروں اور غریبوں میں خیرات کر دیا اور آپ طلب حق میں سمرقند و بخارا کیطرف تشریف لیگئے حضرت حسام الدین بخاری کی خدمت میں قرآن شریف حفظ کیا

اور علوم ظاہری میں دستگاہ کامل حاصل کی۔ بعد از تکمیل علوم آپ جانب عراق و عرب متوجہ ہوئے نواح نیشاپور میں قصبہ ہارون ایک مشہور مقام ہے وہاں پہنچکر حضرت خواجہ عثمان چشتی ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے عزت بیعت حاصل کی سلسلہ طریقت کی تفصیل یہ ہے

سلسلۂ طریقت

(۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ (۲) مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (۳) مرید حضرت حاجی شریف زندنیؒ (۴) مرید حضرت خواجہ قطب الدینؒ مودود چشتی (۵) مرید و خلیفہ حضرت خواجہ یوسف چشتیؒ (۶) مرید حضرت خواجہ محمد چشتیؒ (۷) مرید حضرت خواجہ ابو اسحاقؒ شامی چشتی (۸) مرید حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری (۹) مرید حضرت شیخ امین الدینؒ ابو ہبیرۃ البصری (۱۰) مرید حضرت شیخ سدید الدینؒ (۱۱) مرید حضرت سلطان ابراہیمؒ بن ادہم بلخی (۱۲) مرید حضرت شیخ ابو الفیضؒ فضیل (۱۳) مرید حضرت شیخ ابو الفضلؒ عبد الواحد بن زید (۱۴) مرید حضرت شیخ حسنؒ بصری انصاری (۱۵) مرید حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ خلیفہ حضرت سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

بیعت و خلافت

حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی سے خرقۂ خلافت حاصل کرنیکے بعد قصبۂ سنجار میں خواجہ نجم الدین کبریٰ سے بغداد شریف میں شیخ ضیاء الدین پیر روشن ضمیر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف نیاز حاصل کیا، حضرت خواجہ اوحد الدینؒ کرمانی سے بھی خرقۂ خلافت پایا۔ پھر کوہ جودی پر جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان آب میں ٹھیری تھی جو بغداد سے صرف ۲ کوس پر واقع ہے حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہمدان میں حضرت شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات فرمائی تبریز میں حضرت شیخ ابو سعید تبریزی سے اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی سے ملے۔ وہیں حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی

آپ کی بیعت ہوتی ہے۔ کتاب انیس الارواح میں جو حضرت خواجہ صاحبؒ نے خود تصنیف فرمائی
ہے لکھا ہے کہ "میں نے شہر بغداد شریف میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو تلاش کیا
لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی مسجد میں نماز کے لئے تشریف
لے گئے ہیں۔ میں بھی وہیں جا پہونچا اور نیاز حاصل کیا بہت سے مشائخ عظام اس وقت ہم جلیس
تھے مجھ سے فرمایا کہ دوگانہ نماز گزار۔ میں نے گزاری۔ فرمایا رو بقبلہ بیٹھ کر سورۂ بقرہ پڑھ
اور اکیس بار درود شریف پڑھ میں نے پڑھا۔ فرمایا ساٹھ بار کلمہ سبحان اللہ پڑھ میں نے پڑھا
پھر حضرت شیخ استادہ ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ آ تجھے میں خدا کے
سپرد کردوں۔ یہ فرما کر مقراض لی میرے سر کے بال تراشے کلاہ میرے سر پر رکھی اور گلیم
خاص عطا فرمائی پھر فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ایک رات دن مجاہدہ کر اور ہزار مرتبہ
سورہ اخلاص پڑھ جب میں یہ سب کچھ کر چکا تو حجاب میری نگاہوں سے دور ہو گئے۔ اور
میں مقام مشاہدہ کی سیر کرنے لگا"

یعنی دوسرے روز جب میں خدمت شیخ میں پہنچا۔ ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا
فرمایا جانب آسمان دیکھو میں نے دیکھا۔ پوچھا کیا نظر آیا عرض کیا ہژدہ ہزار عالم اور عرش عظیم
تک فرمایا نگاہ نیچی کر میں نے کی پھر پوچھا کیا نظر آیا۔ عرض کیا تحت الثریٰ تک تمام باتیں معلوم ہوگئیں
پھر فرمایا کہ سورۂ اخلاص ایک ہزار بار پڑھ۔ ہمارے خاندان میں ایک دن رات کا مجاہدہ ہو (مجاہدہ کے یہ
معنی ہیں کہ انسان اپنے نفس سے لڑے اور اس کی خواہشات کو زیر کرے) جب میں سورۂ اخلاص ہزار بار
مرتبہ دوبارہ پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا کہ اب آنکھیں آسمان کی طرف لگا اور نظر کر۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر
فرمایا کہ اب کیا نظر آیا۔ میں نے گذارش کیا کہ حجاب عظیم۔ پھر فرمایا کہ اب میری دونوں انگلیوں میں دیکھ
میں نے دیکھا تو دونوں انگلیوں میں مجھے تمام عالم کی سیر نظر آنے لگی۔ پھر جب شیخ نے خیال کر لیا تو فرمایا

کہ تیرا کام پورا ہوا اور مقصد دل ہاتھ آیا۔ پھر ایک اینٹ سامنے پڑی تھی اسکے اٹھانے کا حکم
دیا تو وہ میرے ہاتھ میں آتے ہی سونے کی ہو گئی۔ یا یکمشت دینار سے بدل گئی حکم ہوا کہ اسے فقراء میں
تقسیم کر دے اور حاضر صحبت رہ۔ اسکے بعد تیس سال تک آپ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہے وقت
سفر اپنے مرشد کا بستر شب خوابی خود اٹھا کر لیجاتے تھے۔ انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف
لیگئے آپکے پیر نے زیر ناودان رحمت آپ کے حق میں دعا کی۔ آواز آئی معین الدین ہمارا دوست
ہے ہم نے اسے برگزیدہ کیا۔ ایک روز آپ حرم کعبہ کے طواف میں مشغول تھے غیب سے آواز آئی
اے معین الدین میں تجھ سے خوش ہوا اور میں نے تجھے بخشا جو تیری مراد ہو مجھ سے طلب کر میں
عطا کرونگا عرض کیا الٰہی مریدانِ معین الدین اور مرید مریدانِ معین الدین اور وابستگان سلسلہ کو بخشدے
آپکی یہ دعا مقبول ہوئی۔ پھر اسیطرح آپ اپنے مرشد کیساتھ مدینہ منورہ پہنچے حکم ہوا معین الدین
سلام کرو آپ نے سلام کیا۔ روضہ مبارک سے جواب آیا وعلیکم السلام یا قطب مشائخ اس جواب کو
آپکے مرشد نے بھی سنا اور فرمایا اے معین الدین اب تم درجہ کمال تک پہنچ گئے۔ بغداد شریف میں
آکر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتکف ہوگئے اور آپ کو مسافرت کے
لئے اجازت دیدی۔ خواجہ صاحب پانچ چھ سات روز بغداد شریف میں اقامت گزین
رہے اور ایک حجرہ بنایا۔ جو ابتک جیلان میں موجود ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی
آپکے ہمشیرزادے اور بعض کے نزدیک خالہ زاد بھائی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے پیر سے رخصت ہوئے
تو اسوقت آپکی عمر باون سال کی تھی۔ پھر آپ بغداد شریف سے روانہ ہو کر بدخشان پہنچے یہاں
ایک بزرگ ملے جو حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے انکی عمر ایکسو چالیس
برس کی تھی۔ بڑے عابد اور متقی تھے لیکن ایک پاؤں [illegible] کٹ گیا تھا۔ یہ حال دیکھ کر
آپ متحیر ہوئے اور سبب [illegible]

میں معتکف ہوں اتفاقاً ایک روز نفس نے خواہش کی کہ میں اس صومعہ سے باہر نکلوں چنانچہ مینے ایک پاؤں باہر رکھا ہی تھا کہ آواز آئی "کیوں اے مدعی گوشہ گزینی کیا تیرا یہی عہد تھا" اس آواز کے سنتے ہی میں بہت نادم ہوا اور اسی وقت وہ پاؤں جو صومعہ سے باہر رکھا تھا کاٹ ڈالا۔ آج اسے کٹے ہوئے چالیس برس ہو گئے۔ اور عالم تحیر میں مبتلا ہوں کہ روز قیامت درویشانِ خدا کو کسطرح منھ دکھاؤں گا۔ اسکے بعد بخارا میں کئی درویشوں سے ملاقات ہوئی حضرت خواجہ صاحبؒ جس شہر میں رونق افروز ہوتے اپنے مسکن کیلئے قبرستان کو ترجیح دیتے۔ اور جب شہر والے آپکی کرامات و حالات سے واقف ہوتے تو آپ وہاں سے اٹھ جاتے۔ رات دن میں دو قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور مجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ ساتویں روز ایک تولہ ۵ ½ ماشہ وزنی جو کی خشک روٹی کا ٹکڑا پانی میں تر کرکے تناول فرماتے تھے اور دوہرا کپڑا بخیہ کیا ہوا پہنتے تھے۔ اگر وہ کہیں سے پھٹ جاتا تھا تو جسطرح کا پیوند میسر آتا اسمیں لگا لیتے۔ خواجہ بزرگ کی بیعت و خلافت کے متفرق زمانے بعض تاریخوں میں اسطرح تحریر ہیں۔

۴ ماہ شوال ۵۴۱ھ کو بروز دوشنبہ حضرت شاہ اویسیؒ ابدال و رجال سے وہب ہوا

۱۰ ماہ ربیع الآخر ۵۴۴ھ ہجری حضرت خواجہ حسن اتدائیؒ سے فیض باطنی حاصل ہوا۔

۲ رمضان المبارک ۵۴۶ھ بروز جمعہ مسجد چشت میں حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت حاصل ہوئی

۱۱ ماہ شوال ۵۴۷ھ بروز جمعہ وقت مغرب ایک تنجانہ میں جاکر عالم روحانیت میں جناب سرور کائناتؐ کے دست مبارک سے خرقہ و عمامہ مبارک پایا اور خلافت اسکے بعد آپکو شیخ سے حاصل ہوئی

۲۰ ذی الحجہ ۵۴۹ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بغداد شریف کہنہ میں حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ روحانی و معنوی ہوا جب آپ سفر کرتے ہوئے پھر بغداد شریف میں پہنچے تو اپنے مرشد کو وہاں پا پیادہ اسوقت

معتکف ہو گئے اور فرمایا کہ آج سے ہم باہر نہ آئینگے۔ تم ہمارے پاس آ جایا کرو آپ جب اپنے مرشد کی خدمت میں جاتے تو تعلیم باطنی سے مالا مال ہو کر آتے۔ بعد تعلیم و تربیت آپکو اپنے ہاتھ کا عصا عطا فرمایا۔ اسم اعظم کی تلقین کی اور مصلیٰ اور خرقہ مبارک دیکر فرمایا کہ لو یہ ہماری یادگار ہے۔ اب تم جسے اس کا اہل سمجھو اس کو سپرد کر دینا۔

کرامات آپ سے کم و بیش چار ہزار چھ سو ساٹھ کرامتیں ظاہر ہوئیں جن میں سے بعض کرامتیں یہاں مختصراً درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) ایک مرتبہ آپ جنگل سے گذر رہے تھے جہاں کئی آتش پرست ہر وقت آگ سلگائے بیٹھے رہتے تھے۔ یہ اس قدر مجاہدے تھے کہ چھ چھ مہینے تک نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور خدائی انکی معتقد ہوتی چلی جاتی تھی صفائی قلب میں یہاں تک دخل تھا کہ شخص کا حال بغیر دریافت کئے بتا دیتے تھے۔ جب خواجہ صاحبؒ وہاں پہنچے تو یہ لوگ آکر آپ کے قدمبوس ہوئے۔ آپنے فرمایا کہ تم آگ کو کیوں پوجتے ہو۔ عرض کیا اسلئے کہ یہ ہمیں قیامت کے دن دوزخ میں نہ جلائے آپنے فرمایا کہ اگر تم پروردگار عالم کی پرستش کرو اور اس کیساتھ کسی کو شریک نہ سمجھو تو بیشک آتش دوزخ سے نجات پا سکتے ہو۔ ان کو یقین نہ ہوا اور کہنے لگے کہ اگر آپ آگ کو ہاتھ میں لے لیں اور آگ آپکو نقصان نہ پہنچائے تو ہم آپکی بات کو بالیقین تسلیم کریں۔ آپ نے کہا کہ مجھے تو کیا یہ آگ میری جوتی کو بھی نہیں جلا سکتی۔ یہ کہکر آپنے اپنی کفش آتش آگ میں ڈالدی اور فرمایا کہ اے آگ اگر میں اس کا مقبول بندہ ہوں تو خبردار میری کفش کو آنچ نہ آئے۔ چنانچہ آپکی نعلین مبارک کے پڑتے ہی وہ تمام آگ پانی ہو گئی اور آپ کی کفش مبارک بدستور ویسی ہی رہی یہ حال دیکھکر وہ تمام آتش پرست فوراً مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت خواجہ صاحب سے فیض باطنی سے [illegible] ہوئے۔

(۲) اسیطرح ایک جنگل میں آپ کو چند راہزن مل گئے جن کا کام ہی تہا کہ وہ مسافروں کو لوٹیں اور خصوصًا مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں جب آپکو دیکھا تو بارادہ رہزنی آپ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ لیکن آپنے ایک ایسی نگاہ پُر اثر ڈالی کہ وہ سب خوف زدہ ہو کر تہرانے لگے اور نہایت عاجزی سے عرض کرنے لگے کہ حضرت ہم آپ کے بندہ بے دام ہیں ہم پر رحم فرمایئے آپ نے اُن سب کو مسلمان بنایا اور اُنہیں سے بھی ہر ایک خدا رسیدہ ہوا۔

(۳) بغداد شریف میں جب آپ قیام پذیر تھے تو یہ خبر عوام میں پھیلی ہوئی تھی آپ کے آستان مبارک پر جو شخص متواتر تین روز تک رہے وہ کیسا ہی فاجر و فاسق کیوں نہو ولی کامل ہو جاتا ہے۔ ایک فاسق یہ سنکر آپ کے حجرہ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور رونے لگا۔ آپ نے اُسکی آواز سنی بلایا استغفار پڑہائی تین روز تک وہ شخص حاضر خدمت رہا۔ اور نماز پنجگانہ آپکے ساتھ ادا کی۔ آپنے فیوض باطنی سے اُسے بھی صاحب کشف و کرامات کر دیا۔

(۴) ایک مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز سفر کرتے شہر سبزوار میں پہنچے جہاں کا حاکم نہایت ظالم تند خو بد مزاج فاسق اور فاجر تہا۔ مذہبًا شیعہ تہا اور اسی لئے صحابہ کرام سے اسقدر کاوش رکہتا کہ اگر کسی کا نام صحابہ کبار کے نام پر ہوتا تہا تو اوس کا جانی دشمن ہو جاتا۔ اُسنے ایک نہایت عمدہ پُر فضا باغ شہر کے گرد بنوایا تہا حضرت خواجہ صاحب اُس باغ میں تشریف لیگئے اور حوض باغ پر بیٹھ کر غسل فرمانے لگے پھر وضو کر کے تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہو گئے۔ القصہ اسیوقت یادگار محمد بھی باغ میں آ پہنچا۔ جماعت نے کہا سب نے خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ حضور وہ ظالم و غدار آ رہا ہے [illegible] اسکی بے ادبی سے خوف [illegible] تو [illegible] خوف زدہ ہو کر تبسم کیا [illegible]

[illegible] قدرت خدا [illegible] چہرہ گئے [illegible]

کے خادم آئے۔ سب خوش بر فرش پر کلاہ بچھانے لگے۔ نہایت بالکا وہ رعب تھا کہ آپ
کچھ بھی نہ کہہ سکے جب یادگار محمد حوض کی طرف آیا۔ اور اپنے پر تکلف قالین کے پاس ایک
فقیر کا آسن جما پایا تو بہت زیادہ غضبناک ہوا اپنے خادموں پر غصہ کرنے لگا۔ کہ تم نے
اس فقیر کو یہاں سے کیوں نہ ہٹایا۔ حضرت خواجہ صاحب نے سر مبارک اٹھایا اور ایک ایسی
موثر اور اثر آفریں نگاہ سے اسکی طرف دیکھا۔ کہ وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ اسکے ہمراہیوں
نے جو یہ واقعہ دیکھا تو وہ حضور کے قدموں پر گر پڑے اور معافی چاہی۔ آپ نے ان دوستوں
کو جو درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے بلایا اور فرمایا کہ حوض میں سے تھوڑا سا پانی لیکر بسم اللہ
کہکر اسکے منہ پر چھڑک دو۔ پانی کے چھڑکتے ہی یادگار محمد ہوش میں آگیا اور حضرت کے قدموں
پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا کہ اب میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں میرے قصور معاف کر دیجئے
حضرت خواجہ صاحب نے اس کا سر قدموں سے اٹھایا اور دست شفقت اسکے سر پر پھیرا
بعد ازاں حضرت رسولؐ کے مناقب کچھ ایسی اثر آفریں زبان میں تعلیم کئے کہ حاضرین پر ایک
رقت سی طاری ہوگئی۔ اور بعض تمام کا تمام حلقہ بگوش ہو گئے۔ جتنے مذہب باطل تھے توبہ
کی اور مسلمان ہوگئے۔ یادگار محمد نے تمام زر و مال آپکے پاس لاکر حاضر کر دیا۔ حضرت نے اسے
قبول فرمایا اور فرمایا کہ جن لوگوں سے تو نے یہ مال بہ جبر حاصل کیا ہے انکو ڈھونڈھ کر مال واپس
کردے اور اپنا مال فقرا و مساکین میں تقسیم کردے۔ اس مرد خدا نے ایسا ہی کیا۔ اور عمر کا باقی
کا شرف حاصل کیا۔ اور دولت فیض سے ہمیشہ کے لئے مالا مال ہو گیا۔ حضرت نے دولت
آباد کا بیت شرف دیا۔ حضرت نے ان حدود میں محمد صاحب ولایت کر دیا اور وہاں قیام
قیام کا حکم دیا۔ اور آپ جانب بلخ روانہ ہوگئے اور تمام متبرکات حضرت شیخ نصیرالدین کے قیام کو
(۷) حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جو آپکے خلیفہ تھے فرماتے ہیں کہ آپکو کبھی غصہ نہ آتا

تھا۔ البتہ ایک مرتبہ آپکو غصہ آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کہیں تشریف لیے جاتے تھے اور
آپکے خادم شیخ علی آپ کے ہمراہ تھے راستہ میں ایک شخص نے اُنکو پکڑ لیا اور سخت و سُست
کہنے لگا۔ حضرت خواجہؒ صاحب نے اُس سے کہا کہ تو نے شیخ علی کو کیوں پکڑا اور بُرا بھلا کیوں کہا۔
اُسنے کہا کہ یہ میرے قرضدار ہیں اور میرا روپیہ ادا نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو چھوڑ دے
یہ تیرا روپیہ ادا کردینگے لیکن اُسنے نہ مانا۔ خواجہؒ صاحب نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھادی اور
فرمایا کہ تیرا جسقدر قرضہ ہے اسکے نیچے سے اُٹھالے مگر خبردار زیادہ نہ لینا۔ اُس شخص
نے جب دیکھا کہ زیر چادر بہت سامال و زر کہا ہوا ہے تو اُسکی نیت میں فتور آیا اور وہ جب کچھ
زیادہ لینے کی خواہش کی۔ فوراً اسکا ہاتھ خشک ہوگیا وہ یہ حال دیکھکر رونے اور چلانے لگا شور و غل
مچانے لگا کہ یا حضرت میں توبہ کرتا ہوں میں نے اپنا قرض معاف کیا اب ایسی خطا بھولے سے بھی
نہ کرونگا۔ حضرت کو اُسپر رحم آگیا اُس کا قصور معاف کر دیا اور اسی وقت اُسکا ہاتھ جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا۔
(۶) حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ حضرت قطب الدین اوشی رحمتہ اللہ علیہ سے
روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن خواجہؒ صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا اور بہت سے مشائخ
و صوفی بھی جمع تھے کہ ایک اجنبی شخص آیا اور قدموں پر سر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ حضور مجھے اپنی
غلامی میں قبول فرمالیں۔ آپنے فرمایا کہ جو کچھ میں کہوں قبول کرلے تو میں بھی تجھے قبول کرلوں۔
اُسنے عرض کیا مجھے تعمیل ارشاد میں ذرا بھی تامل نہیں ہے۔ فرمایا کہو "لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ"
اُس خوش اعتقاد شخص نے بلا عذر اسکی تکرار کردی۔ آپ نے تبسم فرمایا اور اُسی وقت توبہ کرائی
بیعت سے مشرف فرماکر فرمایا کہ سوائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کبھی کچھ نہ کہنا یہ تو تیرے
اعتقاد کی آزمائش تھی۔ ورنہ ہم تو جناب رسول کریم کے آستان عظیم کے ادنیٰ فقیروں کے برابر بھی نہیں ہیں
(۷) اکثر دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ جب حضرت خواجہؒ صاحب اجمیر شریف میں تھے تو جانب

لوگ جو حج سے فارغ ہوکر آتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے خواجہ صاحبؒ کو خانہ کعبہ میں طواف کرتے دیکھا تھا۔ اور حال یہ ہے کہ اجمیر شریف میں آنے کے بعد پھر کبھی آپکو حج کعبہ کا اتفاق بھی نہوا سچ ہے

خاصانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نہ باشند

(۸) ایک مرتبہ کوئی شخص حاضر خدمت ہوا اور اشتیاق قدمبوسی ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ تو جو کچھ وعدہ کر کے آیا ہے وہ پورا کر وہ شخص خوف سے تھر تھرانے لگا اور عرض کیا کہ حضور فلاں شخص نے حضور کے مارنے کو بھیجا تھا میرا قصور معاف فرمائے آپ نے معاف فرمایا۔ اور وہ تائب ہوکر مرید ہو گیا۔

(۹) آپکے باورچی خانہ میں اسقدر کھانا پکتا تھا کہ تمام شہر کے غربا و مساکین سیر ہوکر کھا لیتے تھے اور ہمیشہ یہ دستور تھا کہ خادم حاضر ہوتا اور عرض کرتا کہ لنگر کیلئے کچھ خرچ مرحمت ہو۔ آپ مصلے کا گوشہ اٹھا کر فرماتے کہ بقدر ضرورت لے لو۔ خادم اتنا ہی لے لیتا۔

(۱۰) ایک مرتبہ پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ آپ نے فرمایا مجھے قبول دعوت سے انکار نہیں لیکن میں چشتی ہوں اگر غذائے روح کیساتھ دعوت ہو تو دعوت بخوشی منظور کر سکتا ہوں حضرت پیران پیر دستگیرؒ کو آپکی خاطر بدرجہ غایت منظور تھی دل را دلی می شناسد یہ ایک مشہور مسئلہ ہے۔ آپکی استدعا قبول فرمائی۔ اور فرمایا کہ اگرچہ میرے مشرب میں سماع جائز نہیں لیکن تمہاری خاطر سے سامانِ سماع کا بھی انتظام ہو جائیگا۔ روز دعوت بڑے بڑے اولیاء اللہ شریک تھے حضرت غوث الاعظمؒ نے ترتیب مجلس کے بعد ایک خادم خاص کو اپنی ردائے مبارک دیدی اور ارشاد فرمایا کہ جب ہم مجلس سے باہر چلے جائیں اسوقت یہ چادر ہمارے حجرے کے اندر بچھا دینا اور کواڑ بند کر دینا چنانچہ آپ کسی وجہ سے مجلس سے باہر تشریف لیگئے اور خادم نے حسب الارشاد چادر ہمارے حجرے میں بچھا دی اور کواڑ بند کر دئے۔ کواڑ و نکے بند کرتے ہی حجرے سے صدہا طرح کے ساز و

کی آوازیں آنے لگیں اور مجلس سماع اس قدر کیفیت ریز اور وجد خیز ہوئی کہ لوگ بیخبر ہو گئے اور کہنے لگے کہ "یا آلٰہی خیر" ہر طرف ایک عالم حیرت طاری تھا خود حضرت خواجہؒ صاحب کا یہ حال تھا کہ آپ جدھر ہاتھ اٹھا دیتے ادھر ایک قیامت سی برپا ہو جاتی حضرت غوث الاعظمؒ زمین پر اپنا عصائے مبارک بزور ٹیکے ہوئے استادہ تھے اور آپ کا روئے مبارک زور آزمائی کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا اس مجلس میں بہت سے لوگ واصل بحق ہو گئے جب مجلس ختم ہو گئی اور سب کو ہوش آگیا تو ایک خادم نے حضرت محبوب سبحانیؒ سے دریافت کیا کہ حضور وقت سماع باہر کیوں تشریف رکھتے تھے اور عصا زمین پر ٹیکنے سے کیا مقصد تھا ارشاد فرمایا کہ جس وقت یہ محفل سماع منعقد ہوئی میں بحکم آلٰہی باہر کھڑا ہوا زمین کو داب رہا تھا کہ مبادا لرزہ میں آجائے اور خلق خدا کو تکلیف پہنچے کہ جس وقت خواجہؒ صاحب پر حالت کیفیت طاری تھی اس وقت زمین و آسمان شجر و حجر سب کے سب کانپ رہے تھے اور ہر طرف سے صدائے الامان آرہی تھی۔ اگر میں زمین کو نہ دابتا اور مجلس سماع میں شریک ہو جاتا تو آج ہی قیامت صغریٰ نمودار ہو جاتی۔

(۱۱) ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے قلعہ میں مصروف سیر تھے اور بہت سے امراء اور روساء آپ کے ہمراہ تھے کہ ناگاہ ایک بدکار عیارہ عورت حضور شاہ میں آکر فریادی ہوئی کہ حضور یہ قطب صاحب جو آپ کے ساتھ ٹہل رہے ہیں فعل حرام کو روا رکھتے ہیں ان سے مجھے حمل رہ گیا ہے ان سے کہیے کہ مجھ سے نکاح کرلیں۔ یہ سنکر بادشاہ اور حاضرین سکتے میں رہ گئے۔ ادھر قطب صاحب کو ندامت سے پسینہ آگیا۔ دم بخود رہ گئے اور جانب اجمیر شریف متوجہ ہو کر حضرت خواجہ صاحب سے طالب مدد ہوئے ابھی التجا ختم نہونے پائی تھی کہ حضرت خواجہؒ صاحب ہاں رونق افروز ہو گئے اور حضرت قطب صاحب سے استفسار حال فرمایا کہ اے قطب کیوں مجھے یاد کیا قطب صاحب نے

اسکا جواب نہ دیا لیکن آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے حضرت خواجہؒ صاحب کو رحم آیا
زن مکارہ کیطرف کمال غیظ و خشم سے نگاہ کی اور اُس کے شکم مولہ سے مخاطب ہوکر فرمایا
کہ اے بچے تو سچ سچ بتلوے کہ تیری ماں قطب صاحبؒ پر اتہام لگاتی ہی کیا یہ واقعہ سچ ہی
پیٹ میں سے بچہ نے آواز دی کہ خواجہؒ صاحب اس عورت کا بیان بالکل لغو اور غلط ہے یہ
عورت بڑی حرامکار اور فاجرہ ہی حضرت قطب صاحبؒ کے دشمنوں کی افترا پردازی ہی کہ یہ عورت انکے
سکہانے سے اس قسم کے لغو الزام ان پر لگاتی ہے۔ یہ سنکر وہ عورت سخت پشیمان اور نادم
ہوگئی۔ اور حاضرین پر عالم حیرت طاری ہوگیا۔

(۲) ایک روز حضرت خواجہؒ صاحب حسب معمول رونق افروز تھے کہ راجہ پتھورا کے لشکر کا ایک
آدمی چھری آستین میں چھپائے ہوئے آیا اور معتقدین کیطرح بیٹھ کر طالب بیعت ہوا۔
خواجہؒ صاحب بار بار اُسکی جانب دیکھتے تھے اور مسکرا دیتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے
فرمایا کہ درویش کے پاس کسی شخص کا آنا دو وجوہ سے خالی نہیں۔ یا تو آنیوالا بخیال بیعت
آتا ہی یا بخیال اذیت تو بھی انہیں سے جو بات سوچکر آیا ہی گزر۔ یہ سنتے ہی اُس شخص نے
چھری آستین سے نکالکر سب کے سامنے پھینک دی اور قدموں پر گر کر طالب معافی ہوا۔
آپ نے اُسکو مسلمان کرکے مرید کیا اپنی خوش عقیدگی کیوجہ سے وہ شخص کاملین میں سے
ہوا پچپن مرتبہ حج کئے۔ اور آخر کار مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ خانہ کعبہ میں جہاں مجاورین
کے مزار ہیں وہیں اُس کا بھی مدفن ہے۔

(۳) خواجہؒ صاحب ایک روز آناساگر کے قریب پہاڑ پر رونق افروز تھی وہاں ایک چرواہا
گائے کے بچوں کو چرا رہا تھا۔ آپ نے اُسے بلاکر فرمایا تھوڑا سا دودھ پلادو بولا یا حضرت یہ ابھی بچے ہیں انکی
عمر دودھ دینے کی نہیں ہی۔ آپ نے انمیں سے ایک بچیا کیطرف اشارہ کیا کہ اسکا دودھ نکال اُسنے مدق بچیا

عذر کیا کہ خواجہؒ صاحب یہ بات خلافِ عقل ہے بھلا کہیں اِس عمر کی بچھیا دودھ
دو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خیر تو میرے قادر خدا کی قدرت کا تماشہ بھی دیکھ لے مجبور ہو کر چرواہا
بچھیا کے پاس گیا اور اُسکے تھنوں سے ہاتھ لگایا تو اُن میں دودھ بھرا ہوا معلوم ہوا اُس نے
برتن لا کر دوہنا شروع کر دیا کئی برتن دودھ سے بھر گئے اور چالیس آدمیوں نے خوب سیر
ہو کر دودھ پیا وہ چرواہا حضرت خواجہؒ صاحب کی یہ کرامت دیکھ کر تعجب کرنے لگا اور فوراً مسلمان ہو گیا
(۱۴) خواجہؒ غریب نواز جب اجمیر شریف میں تھے تو ایک کاشتکار فریاد لیکر حاضر خدمت ہوا کہ حضور
یہاں کے حاکم نے میرے تمام کھیت ضبط کر لئے ہیں اور کہتا ہے کہ تو جبتک بادشاہ دہلی کا فرمان
نہ لائے میں اُنکو ہرگز تجھے نہ دونگا۔ میں آپکی خدمت میں بغرض امداد حاضر ہوا ہوں کہ صرف انہیں
کھیتوں پر میری گذر ہے آپ نے فرمایا کہ اگر بادشاہ دہلی سے فرمان استمراری ملجائے تو پھر کسی قسم کا جھگڑا
نہیں رہیگا اُس نے عرض کیا کہ حضور سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی آپکے خلیفہ خواجہ قطب الدین
بختیار کیؒ کے حلقہ بگوش ہیں اگر آپ قطب صاحب سے ایک سفارش نامہ لکھوا دیں تو مجھے فرمان
استمراری یقیناً مل سکتا ہے۔ آپ نے کسیقدر غور و تامل کے بعد فرمایا کہ اگرچہ سفارش سے بھی کام
نکل سکتا ہے لیکن مجھے تیرے کام کیلئے اللہ نے خود مامور فرمایا ہے تو میرے ساتھ چل۔ یہ کہہ کر آپ
اُس کاشتکار کو ہمراہ لئے دہلی رونق افروز ہوئے۔ آپکا دستور تھا کہ جب دہلی تشریف لاتے تو پہلے
قطب صاحب کو اطلاع دیدیتے تھے اسکے کوئی اطلاع نہ دی لیکن ایک شخص نے آپکو دیکھ لیا اور
بھاگا ہوا حضرت قطب صاحب کے پاس پہنچا اور خبر دی کہ خواجہؒ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔
قطب صاحب کو بغیر اطلاع آپکی تشریف آوری سے کمال تعجب اور تردد ہوا۔ بادشاہ کو خبر کی۔ اور معہ
بادشاہ استقبال خواجہؒ صاحب کے لئے حاضر ہو گئے جب ذرا تخلیہ ہوا تو خواجہ صاحب سے
کہ حضرت اسکے بغیر اطلاع تشریف آوری کی وجہ کیا ہے مجھے سخت تردد ہے۔ آپ نے سارا حال کہہ

کاشتکار کا بیان کر دیا۔ حضرت قطب صاحبؒ نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے کسی ادنیٰ خادم کو بھی بھیجدیتے تو یہ کام انجام پا سکتا تھا۔ خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں مجھے یہ یقین تھا لیکن وقت اور غربت انسان کو خدا سے نزدیک کر دیتی ہے۔ جب یہ شخص میرے پاس آیا نہایت پریشان تھا۔ میں نے مراقبہ کیا۔ حکم ہوا کہ اسکے رنج میں شریک ہونا عین عبادت ہے۔ اسلیے میں خود اسکے ہمراہ یہاں تک چلا آیا ہوں یہ شخص قدم قدم پر خوش ہوتا تھا اور اُس کا ثواب مجھ کو ملتا تھا بس یہ وجہ تھی کہ میں بلا اطلاع چلا آیا۔

(۱۵) بلخ میں ایک فلسفی حکیم رہتا تھا جس کا نام ضیاء الدین تھا۔ اور جو علم و فضل اور فلسفہ میں نہایت اعلیٰ پایہ رکھتا تھا اوس کا ایک باغ تھا جسمیں اُس کا مدرسہ قایم تھا اور اسکے شاگرد درس فلسفہ لیا کرتے تھے حکیم ضیاء الدین تصوف سے اسقدر بد اعتقادی رکھتا تھا کہ اوسے مجذوب کی بڑ اور سودائی کے بزبان سے زیادہ نہ سمجھتا تھا۔ اور کسی صوفی یا درویش کا قائل نہ تھا۔ خواجہؒ صاحبؒ کا معمول تھا کہ تیر و کمان اور چقماق ہر وقت سفر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اگر وقت افطار کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو شکار سے روزہ افطار فرما لیا کرتے اتفاق سے ایک روز خواجہؒ صاحب کا گذر اس فلسفی کے باغ میں ہوا۔ افطار کا وقت ہو گیا اسلیے آپ نے ایک کلنگ کو شکار کر کے خادم سے فرمایا کہ اسکے کباب بنا لو اور خود بیرون درخت عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ وہ فلسفی حکیم کسی ضرورت سے اس باغ میں آیا اور حضرت کو مصروف عبادت دیکھ کر وہیں بیٹھ گیا جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو سلام کیا۔ حضرت نے جواب دیا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ آپس میں کچھ گفتگو ہو رہی تھی کہ خادم نے کباب حاضر کئے۔ حضرت نے کلنگ کی ایک ران الگ کی اور بسم اللہ کہکر حکیم فلسفی کو دیدی اور آپ مصروف طعام ہو گئے۔ حکیم فلسفی نے جو ایک لقمہ اسکا کھایا تو اسکے دل سے زنگ فلسفہ بالکل جاتا رہا حضرت نے کچھ اُس بھی اُسے دی جس کے کھاتے ہی اُس کا دل مخزن انوار الٰہی اور منبع فیض

نامتناہی بنگیا طاقت برداشت نہوئی توزمین پر بیہوش ہوکر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو
خود کو ایک نئے عالم میں پایا۔ اور مع اپنے شاگردوں کے حضور انور کے ہاتھ پر بیعت ہو کر دنیا
برکات ہوگیا۔ آپ نے اُسے خرقہ خلافت عطا فرما کر روم میں رہنے کا حکم دیدیا۔

کلمات طیّبات اور ملفوظات

عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے جو کچھ اسمیں پڑے جل جائے۔
جس شخص میں یہ خصلتیں ہونگی اللہ اُسکو دوست رکھیگا (۱) سخاوت مثل دریا۔
(۲) شفقت مثل آفتاب (۳) تواضع مثل زمین۔
عارف کامل ایک مرتبہ ہے جب اُس مقام پر پہنچتا ہے تمام عالم اور جو کچھ اسمیں ہے اپنی دو انگلیوں میں
دیکھ لیتا ہو۔ عارف وہ ہے کہ جو کچھ ارادہ اپنے دلمیں کرے وہ اُسپر ظاہر ہو جائے۔ یا جو کوئی
سوال کرے فوراً اسکا جواب ملجائے۔ کمترین درجہ عارف کا یہ ہے کہ صفات حق اسمیں ظاہر ہوں
افضل ترین اوقات وہ ہے کہ وسواس خاطر سے مبرا ہو۔ گناہ اتنا ضرر نہیں پہنچاتا جتنا کسی
مسلمان کو خوار کرنا ضرر پہنچاتا ہے۔ جبتک غیر کی ہستی درمیان میں ہے بندہ ہو کر خدا سے واصل ہونا
ناممکن ہے۔ چار چیزیں گوہر نفس ہیں (۱) درویشی جو توانگری دکھائے (۲) گرسنگی کہ سیری ظاہر کرے
(۳) غم جو خوشی کا اظہار کرے (۴) دشمن سے ایسی دوستی جو دشمنی ظاہر نہونے دے۔ مومن وہ ہے
جو تین چیزوں کو عزیز رکھتا ہے (۱) فقر و فاقہ (۲) بیماری (۳) موت انسان قرب حاصل نہیں کرسکتا
لیکن اہتمام نماز سے کیونکہ نماز مومن کیلئے معراج ہے۔ عارف وہ ہے جسپر ہزار تجلیاں روز
نازل ہوں اور وہ ایک شمہ ظاہر نہ کرے۔ عاشق معشوق اور عشق عالم توحید میں ایک ہیں حاجی
کعبے کے گرد طواف کر کے طالب بہشت ہوتے ہیں لیکن عارف دل ہی عرش و حجاب و حصمت کا طواف

کرتے ہیں۔ فی الحقیقت متوکل وہ ہی کہ خلقت سے محبت اُٹھا لے۔ اور اس راستہ کے اختیار کرنے کے دو
طریقے ہیں (۱) ادب عبودیت (۲) تعظیم حق تعالیٰ وغیرہ مرید مستحق فقر اُس وقت ہوتا ہی جبکہ وہ عالم فانی
میں زندہ رہے اور مرید ثابت قدم اسوقت ہوتا ہے کہ بیس برس تک اُس کا کوئی گناہ کراماً کاتبین
نے نہ لکھا ہو۔ ندی اور نالوں سے پانی جاری ہوتا ہی اور اُنکی آواز پُرشور ہوتی ہی لیکن جب وہ سمندر
میں پہنچتے ہیں تو ساکن ہو جاتے ہیں ایسا ہی حال طالبانِ خدا کا ہوتا ہی وہ بہت کم بولتے ہیں
اور جوش و خروش دنیوی اُن میں نام کو نہیں رہتا۔ صحبت نیکوں کی بہتر ہی کار نیک سے اور صحبت بدوں
کی بدتر ہی کار بد سے۔ فرطِ محبت یہ ہی کہ مطیع رہے اور ڈرے کہ مبادا دوست نکال نہ دے اہلِ حقیقت
کو دو باتوں پر عمل کرنا لازم ہی (۱) سالک خدا رسیدہ ہو (۲) صحبتِ نیک سے محبت اور صحبت
بد سے نفرت گیرو ترسا میں سے بھی کسیکو دشمن نہ جانے بلکہ صلح کل اختیار کرے کہ سب ایک ماں
باپ کی اولاد ہیں سب آدمیوں کو عاجز و ضعیف سمجھے اور خود کو اِن سے کمتر (۳) مخلوق خدا کے
ساتھ سلوک محبت رکھے اور وہ بات اُن سے کہے جو دنیا اور آخرت دونوں جگہہ اُن کیلئے مفید
ہو (۴) تواضع سب آدمیوں کو حرمت سے دیکھے اور اُن کو عزیز رکھے (۵) رضا و تسلیم (۶) تحمل یعنی صبر
اختیار کرنا (۷) بے طمع ہونا کہ طمع ام الخبائث ہے (۸) قناعت (۹) آزادی اپنے ہاتھ اور زبان سے
کسیکو آزار نہ پہنچائے بلکہ حتی المقدور راحت دے (۱۰) تمکین۔ متوکل وہ ہی جو رنج و راحت کی کسی سے
حکایت یا شکایت نہ کرے۔ دنیا میں اچھی بات یہ ہی کہ درویشوں کی صحبت اختیار کرے جس کو خدا دوست
رکھتا ہی اسکے سر پر بلاؤں کی بارش کر دیتا ہی۔ جو عارف عبادت نہیں کرتا وہ حرام روزی کماتا ہی۔ بعض
مشائخ نے سلوک کے سو درجے رکھے ہیں ہمارے خاندان میں پندرہ درجے ہیں پانچواں درجہ
کشف و کرامات کا ہے۔ محبت کا درجہ شوق سے بلند ہی کہ شوق محبت سے پیدا ہوتا ہے
اہلِ محبت کا وہ گروہ ہی کہ درمیان خدا کے اور اُسکے کوئی حجاب نہیں رہتا۔ جو کچھ جسنے پایا ہے

خدمت و محنت سے پایا ہے۔ مرید اگر اپنے مرشد کی فرمانبرداری کرے تو یہ بھی اطاعت الٰہی میں داخل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اَوْراد

خواجہ صاحب سے مروی ہے کہ جسے کوئی مہم پیش آئے یہ دعا روزانہ ایک مرتبہ وقت معیّن پر پڑھ لیا کرے انشاء اللہ اسکی مشکل آسان ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لاالٰہ الاّ اللہ بزرگی وجباری لا الہ الا اللہ رحیمی وغفاری لا الٰہ الا اللہ مرا بحق نگزاری لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔

الٰہی بحرمت وبرکت یکصد وچہاردہ سورۂ قرآن شریف الٰہی ببرکت وحرمت شش ہزار وشش صد وشصت آیۂ قرآن شریف۔ الٰہی بحرمت وبرکت حرف مقطعات قرآن الٰہی بحرمت وبرکت سہ صد وبست ویک لک وہزار وشش صد ونود ونہ حرف قرآن الٰہی بحرمت وبرکت نود ونہ نام باری تعالیٰ الٰہی بحرمت وبرکت ملائکہ مقربین الٰہی بحرمت وبرکت اصحاب رسول اللہ الٰہی بحرمت وبرکت سادات الٰہی بحرمت وبرکت سہ صد مرد نقبا الٰہی بحرمت وبرکت ہفتاد مرد نجبا الٰہی بحرمت وبرکت چہل مرد ابدال الٰہی بحرمت وبرکت ہفت مرد اوتاد الٰہی بحرمت وبرکت مرد غوث الٰہی بحرمت وبرکت یک مرد قطب الٰہی بحرمت وبرکت جمیع علماء وفقہا الٰہی بحرمت وبرکت زہاد وعباد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خداوندا مہما بادشاہا مہمات دنیائی کن بندہ را بنظر عنایت خود راست آر۔ با جمیع مسلمانان آمین رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس وقت آدمی خواب سے جاگے سیدھی کروٹ سے اٹھے اور کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی انزل الرحمۃ والبرکات بعد حوائج ضروریہ سے فارغ ہوکر وضو کرے

اور نماز دوگانہ ادا کرکے جانماز پر بیٹھ جائے اگر یاد ہو تو ستر مرتبہ سورۂ بقرہ اور یٰسین یا سورۂ یوسف
پڑھے اور ستر مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر دو رکعت سنت صبح ادا کرے۔ رکعت اول میں سورۂ فاتحہ
ایک مرتبہ اور سورۂ الم نشرح ایکبار پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ الم ترکیف پڑھے اور بعد فرض
سنت سورۂ مزمل ایکبار اور سو بار سبحان اللہ وبحمدہ اور استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ پڑھ
کے فرض نماز ادا کرے اور رو بقبلہ بیٹھ کر دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و
یمیت وھو حی لا یموت ابداً ابداً ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شئ قدیر پڑھے۔ اور تین
بار اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ تین بار درود شریف
اور تین مرتبہ کلمہ تمجید پڑھے۔ پھر بعد طلوع آفتاب نماز اشراق ادا کرے۔ ترکیب نماز اشراق یہ
دس رکعت دوگانہ بہ نیت اشراق پڑھے شفعہ اول میں سورہ فاتحہ ایک بار اور آیۃ الکرسی اور
سورۂ اذا زلزلت الارض تا آخر ایک بار شفعہ دوم میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ انا انزلنا
ایکبار شفعۂ سوم میں فاتحہ ایکبار اور انا اعطینک الکوثر ایکبار اور شفعہ چہارم میں سورہ فاتحہ ایکبار سورۂ
اخلاص ایکبار شفعۂ پنجم میں سورۂ فاتحہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے پھر جب نماز اشراق سے فارغ
ہو جائے تو دس مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اسکے بعد نماز چاشت ادا کرے بارہ رکعتیں تین سلام سے ہر رکعت
میں بعد سورہ فاتحہ سورۂ والضحیٰ ایک بار اور بعد سلام کے سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر اور درود شریف سو
بار پڑھے تو پھر تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو جائے جب وقت استوا آجائے تو نماز استوا ادا کرے
چار رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ بعدہٗ قیلولہ کرے پھر جب وقت ہو نماز
پیشین ادا کرے۔ اسکے بعد صلوٰۃ الخضر کی دس رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ
الم ترکیف سے قل اعوذ برب الناس تک پڑھے۔ امید ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت
مشرف ہو۔ پھر سورہ فتح پڑھ کر سورۂ والنازعات پڑھے۔ پھر نماز شام ادا کرکے دو رکعت نماز

حفظ الایمان ادا کرے اور سجدہ میں جا کر تین مرتبہ یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان پھر سورۂ واقعہ اور دس مرتبہ درود شریف پڑھے۔ پھر صلوٰۃ الاوابین ادا کرے چھ رکعت ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایکبار اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ پھر ذکر درود شریف میں مشغول ہو جائے جب وقت نماز گذر جائے تو اسطرح کہے اللھم اعنی علیٰ ذکرک شکرک حسن عبادتک بعدہٗ نماز عشا ادا کرے اور سر بسجدہ ہو کر تین بار یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان کہے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اسئلک برکۃ فی العمر و صحۃ فی البدن و راحۃ فی المعیشۃ و وسعۃ فی الرزق و زیادۃ فی وثبتنا علی الایمان پھر رات کے تین حصے مقرر کرے پہلا حصہ نماز میں دوسرا ذکر میں اور تیسرا تلاوت میں گذار دے۔ آخر شب میں نماز تہجد ادا کرے اور جو کچھ جانتا ہو پڑھے۔ یہ تقسیم روز و شبی چند ہی روز میں انسان کو عارف باللہ کر کے واصل خدا کر دیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپنے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ بیمار یونکے لئے شفا ہے جب کوئی بیمار کسی دوا سے اچھا نہو تو صبح کے فرض اور سنتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ اکتالیس بار سورۂ فاتحہ کو صدق دل سے پڑھکر مریض پر دم کرائیں انشاء اللہ تعالیٰ شفائے کلی حاصل ہوگی۔ اور یہی سورۂ فاتحہ حاجات و مشکلات کے حل کرنے کیلئے کام آتی ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے اور آخر میں تین مرتبہ آہستہ آمین کہے۔ سورۂ فاتحہ انصرام مہمات و حاجات اور حل مشکلات کیلئے نہایت کامیاب اور مجرب عمل ہے۔ اعتقاد شرط ہے حضرت خواجہ صاحب تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ہم اپنے مرشد کیساتھ صرف پانچ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر پانی پر قدم رکھ کر دریا تک پار کر چکے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کے سات نام ہیں اور اس سورۂ میں ۷ حروف ایسے ہیں جو اسکے پڑھنے والے کو ان سات بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں اول ثبور دوم جہنم سوم زقوم چہارم شقاوت پنجم ظلمت ششم فراق ہفتم خواری جو شخص اس سورۂ کو پڑھے گا اس کے ہفت اندام کو دوزخ سے نجات ملے گی۔

آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کا پڑھنا تو پڑھنا دیکھنا بھی داخلِ ثواب ہے جس حرف پر نگاہ پڑے دس بدیاں دور ہوجاتی ہیں اور دس نیکیاں نامہ اعمال میں درج ہوں آنکھوں کی روشنی بڑھے اور وہ آنکھ چشم زخم سے محفوظ رہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو ورد یا وظیفہ پڑھے اُسے ترک نہ کرے۔ حدیث شریف میں تارک الورد کو ملعون کہا ہے۔

تفویض ولایت ہند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے مرشد شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت سفر حاصل کر چکے تو مختلف مقامات میں سیاحت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں چند ہی روز قیام فرما کر مدینہ منورہ تشریف لیگئے۔ وہاں زیارت روضہ رسول سے مشرف ہوئے اور بعد زیارت ریاضت و عبادت میں وہیں مشغول ہوگئے۔ ایک روز آپ مصروف ذکر و اذکار تھے کہ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ معین الدین کو حاضر کرو۔ خادم خصوصی نے جستجو کی اور معین الدین کہکر ہر طرف آواز لگائی۔ چونکہ اس نام کے متعدد لوگ وہاں موجود تھے اسلئے آپکا پتہ نہ لگا۔ پھر آواز آئی کہ معین الدین چشتی کو حاضر کرو۔ خادم دوڑے اور تلاش کرکے حضرت خواجہ صاحب کو روضہ منورہ پر حاضر ہونیکا مژدہ سنایا۔ حضرت خواجہ صاحب نالاں و گریاں عجیب حالت کیفیت میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے حاضر روضہ مبارک ہوئے اور دست بستہ مؤدب سر جھکائے کھڑے ہوگئے۔ آواز آئی اے قطب مشائخ آگے آؤ۔ آپ بحالت وجد اندر داخل ہوئے حضور نے اپنی زیارت سے آپکو مستفیض فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے معین الدین تو خاص ہمارا ہے اور ہمارے دین کا مددگار ہے ولایت ہند ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں تم ہندوستان جاؤ۔ اجمیر میں قیام کرو۔ وہاں کفر کی تاریکی

گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ تمھاری برکت سے وہاں اسلام پھیلے گا۔

جب حضرت خواجہؒ باہر تشریف لائے اور ہوش آیا تو سوچنے لگے کہ آتھی اجمیر کہاں ہے جہاں جانیکا مجھے حضورؐ سے حکم ہوا ہے۔ اِسی خیال میں آنکھ لگ گئی اور آپ نے اِسی عالم میں تمام ہندوستان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور راجپوتانہ کے پہاڑ اور اجمیر کی پوری تصویر آپکی چشم خیال کے سامنے پھر گئی بعض کہتے ہیں حضور صلعم نے آپکو آئینہ یا انار کے ذریعہ سے اجمیر دکھایا لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالم استغراق میں آپ پر کشف اجمیر ہوگیا جب آپکی آنکھ کھلی اور آپ بیدار ہوئے تو استمداد چاہی اور روضۂ منورہ سے بقصد ہندوستان روانہ ہوگئے۔

روانگی ہندوستان

خواجہؒ صاحب چالیسؓ درویشوں کی ہمراہی میں جانب ہندوستان روانہ ہوگئے پہلے آپ غزنی پہنچے وہاں حضرت شمس العارفین عبدالواحدؒ پیر شیخ نظام الدینؒ ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ سے شرف نیاز حاصل کیا اور پھر بہضت فرمائے لاہور ہو کر حضرت مخدوم علی ہجویری لاہوری قدس سرہٗ کے مزار پُرانوار پر معتکف رہے پھر لاہور سے دہلی میں رونق افروز ہوئے جب دہلی میں خاص و عام نے ہجوم کرنا شروع کر دیا تو آپ وہاں سے بھی بعزم دارالخیر اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔ راجہ پرتھی راج کی والدہ جو اس زمانہ میں حکمران اجمیر تھی نجوم میں دستگاہ کامل رکھتی تھی اور ساحرہ بھی تھی اُسنے کئی سال پہلے راجہ سے کہدیا تھا کہ تجھے کوئی راجہ بادشاہ شکست نہیں دے سکتا ہاں ایک فقیر آئیگا جو تجھے شکست دیگا۔ راجہ پتھورا نے اپنی والدہ کے قول کے موافق اور نجومیوں کے کہنے کے مطابق چار حاکموں کے نام حکم جاری کر دیئے تھے کہ اس حلیہ کا کوئی شخص تمہاری طرف آئے تو تم بغیر حصول حکم ثانی اُسے قتل کر ڈالنا۔

جب خواجہؒ صاحب دہلی سے روانہ ہوکر قصبہ سمانا ضلع پٹیالہ میں پہنچے تو رائے پتھورا کے آدمیوں نے حضرت کو دیکھا اور حلیہ سے پہچانا۔ آپکے پاس پہنچکر کہنے لگے کہ اگر ارشاد ہو تو حضور کے قیام و طعام کا انتظام کیا جائے تاکہ آپکو کسی قسم کی تکلیف نہو۔ خواجہ صاحب نے مراقبہ کیا تو حضرت محبوب خدا کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ اے معین الدینؒ ان لوگوں کی باتوں پر تمہارا اعتماد کرنا۔ انکی نیتیں خراب ہیں پس آپ نے انکے جواب میں حضرتؒ نے فرمایا کہ بابا درویش کو سوائے خدا کے کسی سے غرض و مطلب نہیں ہے آرام و تکلیف سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے۔ تم جاؤ اپنا کام کرو۔ وہ چلے گئے تو آپ نے اپنے مراقبہ کا حال اپنے ہمراہیوں سے بھی کہدیا اور اجمیر شریف کیطرف روانہ ہوگئے۔ بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۵۶۱ھ آپ اجمیر شریف میں رونق افروز ہوگئے اور ایک درخت کے نیچے معہ چالیس (۴۰) اہل اللہ کے بوریا بستر ڈالدیا۔

جغرافیہ اجمیر شریف معہ مفصل حالات

اجمیر وسط راجپوتانہ میں واقع ہے اسکے شمال میں راجپوتانہ مشرق میں کشن گڈھ جنوب میں کوہ اراولی اور بوندی اور مغرب میں دریائے سونی ہے۔ عہد شاہی میں اجمیر صوبہ تھا اور اسکی آبادی قریباً ڈیڑھ کروڑ تھی اب پورے ضلع کی آبادی تین لاکھ تین ہزار ہے۔ آب و ہوا گرم و خشک ہے باشندے پہلے جاہل اور وحشی تھے اب تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں آگرہ یعنی اکبر آباد سے ۲۲۸ میل دہلی سے ۲۵۸ بمبئی سے دستواڑ نیچہ ہوتے ہوئے ۶۷۸ میل کا فاصلہ ہے اور آجکل ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے لیکن یہاں کا گلاب اور چنبیلی دور دور مشہور ہے ہر قسم کا غلہ بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

زمانہ سلف میں راجہ اجیپال نامی کوئی حاکم تھا جسنے اسے آباد کیا۔ اور میر سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لہذا آج اور میر سے ملکر اس کا نام اجمیر ہوگیا۔ یہ شہر سمت ۲۰۲ راجہ جنم جے کے زمانہ میں آباد ہوا اسے جیمیر حیدرگڑھ آدمیر جیانگر اور جلوپور بھی کہتے تھے۔

پانچ ہزار سال پہلے ہندوستان میں راجہ جدھشٹر کا راج تھا جسے چیتر یوجا بھی کہتے ہیں۔ اسکے زمانہ سابق میں سلطنت نہروالہ جو اب پٹن گجرات مشہور ہے آباد تھی نجومیوں نے حساب لگا کر پیشین گوئی کی تھی کہ ساڑھے تین ہزار برس گذرنیکے بعد یہ شہر ویران ہو جاویگا۔ چنانچہ سلطان علاؤالدین نے ۶۹۰ھ میں سلطنت نہروالہ کو تباہ و برباد کر ڈالا تمام تیجا لے کھدوا ڈالے۔ بتوں کو مسمار کردیا جسمیں شہر کمہ دوا کر جھکوادی بعد انتقال انہر و پوسا جا وہاں ملان چوہان وقت سوریکے بعد دیگرے کئی راجہ ہوئے سانکے بعد اجیپال جوکہ راجہ ہوا وہی بانی اجمیر تھا راجہ جیپال کے چوبیس بیٹے تھے جنہوں نے اِس ملک کو آباد کیا۔ اسی کے عہد میں رستم بن زال والی سیستان نے اپنے لڑکے فرامرز کو تسخیر ہندوستان کیلیے بھیجا تھا مگر وہ ناکام واپس چلا گیا۔ پھر سمت ۷۴۱ میں خاندان چوہان میں سے دولمارائے راجہ ہوا اُسوقت سلطنت اسلام بنی امیہ کے خاندان میں تھی۔ ولید بن عبدالملک بادشاہ عرب نے اپنے مصاحب خاص روشن علی کو سفیر بنا کر دولمارائے کے پاس بھیجا تھا قصہ روشن علی نے وہاں پہنچکر اتفاقاً راجہ کے کھانے کے برتن میں ہاتھ لگا دیا جسکی پاداش میں انگلی کاٹ دی گئی۔ سفیر نے یہ خبر ولید بن عبدالملک کو پہنچادی خبر پہنچتے ہی فوج اسلام آراستہ ہو کر روانہ ہوئی۔ اور دولمارائے کو معہ فرزند قتل کرکے گڈھ بیٹھلی پر قبضہ کرلیا۔ دولمارائے کا بھائی اجمیر سے سانبھر چلا گیا۔
غرض ۵۰۰ھ میں رایت اسلام قلعہ تاراگڈھ پر لہرانے لگا۔ قلعہ تاراگڈھ کا حال آگے چلکر ناظرین ملاحظہ فرماوینگے۔ بعد چند سال کے اجمیر پھر چوہانوں نے لیلیا۔ اور ہرس راج نے ناصرالدین سے مقابلہ کرکے اسکو شکست دی۔ اور سلطان گیرم خطاب پایا۔ پھر ہرس راج کے بعد بیجرنا نے فرمانروائی کی اور محمود غزنوی کے مقابلہ میں قتل ہوا۔ پھر سمت ۱۰۶۶ میں بلیسلدیو راجہ ہوا۔ اسوقت سب سے بڑا راجہ والی قنوج تھا جو سلطان محمود غزنوی کا

برو[illegible] ہندوستان کا ہندو راجہ بیسلدیو کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ یہ راجہ بھی ایک لشکر عظیم الشان لیکر جسمیں ہندوستان کے نامور اور دلاور جرار اور چیدہ چیدہ مرد میدان موجود تھے سلطان محمود غزنوی سے آمادہ مقابلہ ہوا سات روز تک بازار معرکہ گرم رہا آخر آٹھویں روز بیسلدیو کی فوج سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی اور فوج شاہی قلعہ تاراگڈھ پر چڑھ گئی بیسلدیو گرفتار ہو گیا سلطان نے اُسکے قتل کا حکم دیا لیکن اُسنے مذہب اسلام قبول کر کے اپنی جان بچالی سلطان نے اُسکے مسلمان ہو جانے کے بعد ملک مفتوحہ اُسے واپس دینے کا ارادہ فرمایا لیکن اُسنے قبول نہ کیا اور سلطان سے کہدیا کہ میں تو دنیا کو ترک کر کے اپنی عمر یاد الٰہی میں بسر کرونگا مجھے تخت شاہی اور دولت بادشاہی کی کچھ پروا نہیں ہے۔ آخر بیسلدیو نے بمقام ڈھونڈ گوشہ نشینی اختیار کر لی اور آخر عمر تک وہاں سے نہ اٹھا یہانتک کہ وہیں اُسکا پیمانۂ حیات لبریز ہو گیا جب بیسلدیو نے اجمیر کی حکمرانی سے انکار کر دیا تو سلطان محمود غزنوی نے اجمیر سالار ساہو کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ ۴۰۵ھ میں سالار ساہو نے اپنے لڑکے سالار مسعود غازی کی ولادت کی خوشی میں اجمیر کے قریب ایک نیا شہر مسعود آباد بسایا بیس سال تک مسلمانوں کا تسلط رہا جسکے بعد چوہان نے سالار مسعود غازی کو شہید کر ڈالا اور دوبارہ قبضہ کر لیا۔ چوہانوں میں سارنگ دیو، آنا دیو، جیپال، اننددیو، سمیسر دیو وغیرہ راجہ حکومت کرتے رہے (تالاب آنا ساگر راجہ آنا دیو نے بنایا تھا جس کا ذکر عنقریب آئیگا) سمیسر دیو کی شادی رودر بائی دختر اننگ پال تنور راجہ دہلی سے ہوئی تھی چونکہ اننگ پال راجہ قنوج کے حملوں سے دختر سمیسر دیو کی بدولت محفوظ رہا تھا۔ لہذا اُس احسان کے صلے میں راجہ تنور نے چھوٹی لڑکی کی شادی اُس سے کر دی اور اُسی سے پرتھی راج پیدا ہوا۔ جے چند راجہ قنوج اور پرتھی راج دونوں اننگ پال کے نواسے تھے۔ اور راجہ جے چند کے باپ بجے چند اور سمیسر دیو دونوں راجہ اننگ پال تنور

فرماں روائے دہلی کے داماد تھے یہ وجہ تھی کہ چوہان اور راٹھور دونوں میں رقابت کی آگ مشتعل ہوگئی۔ اور یہی وہ آگ تھی جس نے ہندو سلطنت کی بنیاد کو ہندوستان سے اکھاڑ کر پھینکدیا۔ جب پرتھی راج آٹھ یا چودہ برس کی عمر میں تخت دہلی پر بیٹھا تو جے چند نے اسکی عظمت ہی سے انکار نہ کیا بلکہ تخت دہلی لینے کا دعویٰ بھی پیش کر دیا مشیت ایزدی یہ تھی کہ راے پتھورا اس ملک کا والی ہو لہذا اُسکے دل میں ارادۂ فتح پیدا کیا اور وہ تختِ سلطنت پر جا بیٹھا۔

۵۸۷ھ میں شہاب الدین غوری غزنین سے بقصد تسخیر ہندوستان روانہ ہوا سب سے پہلے قلعہ بھٹنڈا کو جو ایک بڑے راجہ کا تخت گاہ تھا فتح کیا۔ اب یہ قلعہ پٹیالہ کے راج میں ہے اور علاقہ بانگر میں واقع ہے۔ وہاں ملک ضیاالدین تولکی کو مع بائیس ہزار سوار و نکے حفاظت قلعہ کیلئے چھوڑ کر خود جانب غزنین روانہ ہونا چاہا کہ اتنے میں مخبر نے خبر دی کہ رائے پتھورا دالی اجمیر اور کھانڈے راؤ سپہ سالار دہلی متفق ہو کر ایک عظیم الشان لشکر کیساتھ بعزم مقابلہ چلے آرہے ہیں یہ خبر سنکر سلطان شہاب الدین غوری رُکا اور ایک قلیل فوج کی مدد سے مقابلہ کیا میدان جنگ میں ہندوستان کا راجہ قتل کیا گیا۔ رائے پتھورا کو قتل کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اندرسین کے بتخانوں کو جو اجمیر میں واقع تھے مسمار کر کے خانۂ خدا بنا دیا۔ اور دس ہزار ہندوں کو مسلمان کیا۔ جو اسوقت دلیوالی کے نام سے اجمیر میں مشہور ہیں اس سال کی بنائی ہوئی مسجد بھی اس شہر میں موجود ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ اثنائے مقابلہ میں سلطان شہاب الدین غوری بھی زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور کھانڈے راؤ صرف زخمی ہو کر بھاگ گیا سلطان پر غشی طاری تھی اور رات کا وقت تھا کوئی پہچان نہ سکا۔ آخر ایک جماعت ترکوں کی سلطان کی تلاش میں نکلی اور مقتولوں میں سلطان کو ڈھونڈنے لگے سلطان نے اپنے غلاموں کی آواز پہچانی اور انھیں اپنے حال سے اطلاع دی غلاموں نے بادشاہ کو کاندھے پر بٹھا کر لے ہی لشکر

لشکر مفرور سے جا ملایا۔ رائے پتھورا نے قلعہ بھنڈا کا محاصرہ کر لیا تھا جہاں ملک ضیاء الدین تولکی ایک سال تیرہ مہینے محصور رہا۔ آخر صلح کر کے قلعہ رائے مذکور کے حوالہ کر دیا۔

سلطان کو اس شکست کا بہت بڑا صدمہ ہوا۔ آرام و عیش کو تلخ سمجھا کیا بالآخر ۵۸۸ھ میں ایک لاکھ ستر ہزار ترک تاجیک اور افغانوں کی جمعیت سے ہندوستان پر پھر حملہ آور ہوا پہر غوری کی سفارش سے مصلحتاً امرائے ملک کے قصور معاف کئے گئے اسکے بعد اقوام الملک رکن الدین حمزہ کو بطور سفیر رائے پتھورا کے پاس بھیجا رائے پتھورا فرمان شاہی پڑھتے ہی آگ ہو گیا اور بلا اتفاق کمانڈے راؤ لاکھوں راجپوت جراروں اور سرداروں کی جمعیت میں مع تین ہزار جنگی ہاتھیوں کے تھانیسر کے پاس تلاوڑی کے میدان میں پہنچا چھتیس مورچال تیار ہوئے اور تین ہزار سات سو جوان انکی حفاظت کیلئے مقرر کئے گئے ادہر سلطان شہاب الدین غوری نے اپنی فوج کو حکم آراستگی دیا۔ وقت صبح دونوں لشکر بالمقابل آمادہ جنگ ہوئے کبھی ترک ہندوستانیوں پر اور کبھی ہندوستانی ترکوں پر غالب آتے تھے۔ آخر شام تک یہ معرکہ جاری رہا۔

قوم راجپوت کے نوجوانوں نے جس طرح داد دلیری دی اسیطرح بہادر ترکوں نے بھی دکھایا کہ مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں جو خون جوش زن ہے اسکے سامنے راجپوتوں کی شجاعت ہیچ ہے آخر الامر سلطان شہاب الدین غوری نے خود بارہ ہزار سواروں کے ساتھ فوج حریف پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف سے سپہ سالار خرمیل نے رائے پتھورا پر حملہ کیا ہندوستانی فوج ترکی فوج کی تاب نہ لاسکی آخر بھاگ نکلی۔ کمانڈے راؤ مع راجگان ہمراہی مارا گیا۔ اور رائے پتھورا بھی بھاگا لیکن اسکی بھی قضا دامنگیر تھی اسلئے قتل ہوا القصہ راجہ جدھشٹر سے لیکر رائے پتھورا تک ایک سو بیس راجاؤں نے چار ہزار آٹھ برس سلطنت کی اور راجپوتوں کا ملک معدوم ہوگئے۔ راجہ پتھورا نے اونچاس برس سلطنت کی جسکے مارے جانے کے بعد ہندوستان میں رایت اسلام لہرایا یہ فتح کے بعد

سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے غلام قطب الدین ایبک کو نائب السلطنت بنا کر ہندوستان میں چھوڑ دیا۔ اور خود براہ سوالک اکثر محال کوہستان غارت کرتا ہوا غزنین جا پہنچا۔
قطب الدین ایبک نے چند ہی سال میں قلعہ جات کول میرٹھ گوالیار بدایوں وغیرہ فتح کر لئے پھر جانب گجرات یورش کی۔ اور وہاں جب تاخت و تاراج سے فرصت پائی تو دہلی آیا۔ یہاں آکر سنا کہ سلطان شہاب الدین غوری نے تیسری شعبان کو بروز سہ شنبہ ۶۰۲ھ اثنائے نماز میں ونڈ راجہ گکھڑ کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔ یہ سنکر ۱۸ ربیع الاول ۶۰۳ھ کو شاہ غزنین سے اجازت لیکر ہندوستان میں اپنا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔ مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلا بادشاہ یہی تھا جو تخت دہلی پر بیٹھا۔ سید السادات حضرت حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار اسی بادشاہ کیطرف سے اجمیر شریف کے قلعہ دار تھے جن کا حال انشاء اللہ آگے درج ہوگا۔

اجمیر میں رونق افروزی

جب حضرت خواجہ صاحب اجمیر میں آکر زیر درخت مع چالیس ہمراہیوں کے رونق افروز ہوگئے تو تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آکر کہنے لگا کہ بابا تم نے یہاں کیوں بستر لگا دیا ہے یہاں تو راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ راجہ بھی وہ جس کا نام رائے پتھورا ہے اور جسکے ہیبت و جلال سے سارا جہان کانپتا ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ یہاں سے اپنا بستر اٹھالو حضرت خواجہ صاحب نے کچھ زیادہ تکرار نہ کی اور فرمایا کہ اچھا بھائی ہم یہاں سے اٹھے جاتے ہیں اب راجہ کے اونٹ ہی یہاں بیٹھے رہیں گے۔ یہ فرما کر آنا ساگر کے قریب ایک پہاڑ پر کسی سایہ دار درخت کے نیچے جا ٹھہرے (یہاں آپ کا چلہ ابتک بنا ہوا ہے) خادم نے بستر لگا دیا۔ اس زمانہ میں تالاب آنا ساگر کے آس پاس بہت سے بتکدے تھے۔ سارھے تین سو پجاری ان بتخانوں میں

رہتے تھے اور وہ روز ساڑھے تین من تیل کی روشنی راجا اجمیر کیطرف سے انہیں ہوا کرتی تھی شام
کو جب راجہ کے اونٹ آئے تو سب معمول اس درخت کے نیچے بٹھائے گئے لیکن اونٹ بیٹھے
تو پھر کسیطرح بھی نہ اٹھ سکے ہر چند ساربانوں نے کوشش کی ناکامی ہوئی وہ بہت گھبرائے اور
سارا حال راجہ کو سنایا۔ راجہ نے کہا کہ مجھسے کیا کہتے ہو اسی درویش باکمال کی معجزہ نمائی ہے
کرو اگر وہ ہی دعا کریگا تو یہ اونٹ اٹھ سکیں گے ورنہ ہر تدبیر بیکار اور ہر کوشش ناکام ہوگی۔
چنانچہ وہ لوگ پھر خواجہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال منت و سماجت اونٹوں کے
اٹھنے کے لئے درخواست کی جب اُن کی عاجزی حد سے زیادہ گزر گئی تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ جس
کے حکم سے اونٹ بیٹھ گئے تھے اسی کے حکم سے کھڑے ہو گئے۔ ساربان یہ سنکر واپس آئے دیکھا
تو فی الحقیقت تمام اونٹ کھڑے ہوئے ہیں اور طاقت رفتار اُن میں موجود ہے۔
یہ قصہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا تو کافروں کی ایک جماعت راجہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ حضور
کچھ درویش مسلمان کہیں سے آ گئے ہیں اور ہمارے بتخانوں کے قریب بستر ڈالے بیٹھے ہیں وہاں
ان کا ٹھہرنا ہمارے مذہب کے خلاف ہے راجہ نے یہ سنکر خادموں کو حکم دیا کہ اُن درویشوں کو بتخانوں کے
پاس سے ہٹا دو۔ راجہ کے ملازم یہ حکم پاتے ہی خواجہ غریب نواز کے پاس پہنچے اور نہایت درشت الفاظ
میں یہاں سے اٹھ جانے کی تاکید کی۔ خواجہ صاحبؒ نے تھوڑی سی خاک اٹھا کر اُن لوگوں پر پھینک دی
جسکے پڑتے ہی کچھ اندھے ہو گئے بعض کا جسم خشک ہو گیا اور کچھ لوگ بھاگ کر راجہ کے پاس
گرتے پڑتے پہنچے اور یہ تمام واقعات بیان کئے۔ دوسرے روز رام دیو مہنت نے اور دوسرے پجاریوں نے جو
راجہ کیجانب سے بتخانوں میں مقرر تھے حضرت خواجہؒ صاحب کیساتھ مخالفت شروع کی لیکن جب آنکھیں چار
ہوئیں تو سب کے سب کانپنے لگے۔ رام دیو مہنت جو اس جماعت مخالف کا سر گروہ تھا قدموں پر گرا اور مسلمان
ہو گیا آپ نے اسکا نام شادی دیو یعنی فرحت مند رکھا اور وہ بڑے درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ سفر اور وہ بھی بے سر

سامانی میں۔ اکتالیس مردانِ خدا بے برگ و ساز خارستانِ اجمیر میں پڑے ہوئے تھے سب ناتواں
کیلئے صبر و شکر سے کام لیتے تھے۔ کھانا نہ ملتا تو شکایت نہ کرتے۔ کبھی کبھی حضور کی خادم کچھ
شکار کر لاتے اور کباب بنا کر حاضر کرتے لیکن وضو کی ضرورت و زیارت اور طہارت کی ضرورت آخر ضروری
تھی یہ لوگ بغرض وضو یا طہارت آنا ساگر ہی پر جاتے تھے کہ قریب میں اسکے سوا کوئی آب رسانی کا
ذریعہ نہ تھا۔ لیکن وہاں ہندوؤں کی کثرت تھی اور پجاری جب اِن کو وضو کرتے دیکھتے تو منع کرتے
ایک روز خدام نے آکر حضور سے عرض کیا کہ ہمیں وضو کیلئے پانی کی بڑی تکلیف ہے اور آنا
ساگر سے ہندو پانی نہیں لینے دیتے۔ اور آمادۂ فساد ہو جاتے ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے
یہ سنکر شادی دیو سے کہا جاؤ آنا ساگر سے ایک مشکیزہ پانی بھر لاؤ۔ وہ جو بھرنے لگے تو تمام تالاب
کا پانی اسمیں آگیا اور آنا ساگر خشک ہو گیا۔ عورتوں کی پستانوں میں دودھ خشک ہو گیا۔ اور شیر خوار
بچے تک شدتِ تشنگی سے تڑپنے لگے تمام شہر میں العطش العطش کی صدا بلند ہونے لگی راجہ
پتھورا آپکی گذشتہ و موجودہ کرامتوں سے متاثر ہو کر حساب لگانے لگا کہ کہیں یہ وہی درویش
تو نہیں ہیں جن کی خبر میری والدہ نے از روئے نجوم دی تھی معلوم ہوا کہ یہ وہی درویش ہیں جو
اس سلطنت کی بیخ کنی کے باعث ہونگے گھبرایا ہوا اپنی ماں کے پاس پہنچا اور تمام باتیں بیان
کردیں۔ ماں نے بھی حساب لگا کر بتا دیا کہ ہاں تیرا خیال صحیح ہے۔ اب سوائے اسکے کوئی تدبیر نہیں
ہے کہ اُن کا مطیع ہو جائے ورنہ زوالِ ملک و مال کے علاوہ تیری اولاد کو اور تجھے سخت تشویش
و آلام کا سامنا ہوگا۔ ماں کا یہ جواب سنکر راجہ پتھورا دربارِ خاص میں آیا۔ وزراء اور امراء کو بلا کر
مشورہ کرنے لگا کہ کسی ترکیب سے اِس درویش کو یہاں سے ٹالو۔ وہ سب کہنے لگے کہ حضور اسکی
نگاہ تو غضب کی اثر آفرین ہے کہ جو اسکے سامنے جاتا ہے وہ اسی کا ہو جاتا ہے اور مسلمانی کا کلمہ
پڑھنے لگتا ہے ہم تو تدبیر مدافعت سے مجبور ہیں ہاں اگر جوگی اجے پال جنہیں سحر میں کمال حاصل ہے وہ

یہاں آئیں تو شاید اِس درویش کا مقابلہ کر سکیں۔ پتھورا کو یہ رائے پسند آئی۔ فوراً قاصد کو بلایا اور کہا
کہ تم جوگی اجیپال جی کی خدمت میں جاؤ اور کہو کہ میرے ملک میں ایسا درویش آگیا ہے جس کا مقابلہ
میرے سرداران لشکر ہی نہیں کر سکتے میں بہت پریشان ہوں تم جلد آؤ اور مجھے ہلاکت سے بچاؤ۔
قاصد جوگی اجیپال کے پاس پہنچا اور یہ تمام واقعات کہہ سنائے۔ اجیپال یہ سنکر متحیر و سرگردان ہوا
سوچ ساچ کر قاصد سے کہنے لگا کہ بھائی یہ کام تو میرے قابو سے باہر ہے۔ وہ تو کوئی بہت ہی بڑا
درویش ہے۔ ادھر رائے پتھورا قاصد کا راستہ دیکھتے دیکھتے مضطرب ہو گیا تھا۔ دوسرا آدمی
کو اونٹ بھیجا کہ جائے اور جوگی جی کو لیکر الٹے پاؤں واپس آئے۔ یہ ادھر روانہ ہوا ادھر راجہ نے
فوج کو آراستگی کا حکم دیدیا اور خیال کیا کہ جبتک جوگی جی آئیں خو بلکہ حضرت خواجہ صاحب
مقابلہ کروں لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ اِس خیال آتے ہی بینائی آنکھوں سے جاتی رہی غرض
اسیطرح سات بار ایسا عزم فاسد کیا اور ساتوں دفعہ اندھا ہو گیا۔ آخر پچھتا کے اپنے خیالات سے توبہ
کی اور ارادہ بد سے باز آیا۔ اتنے میں جوگی اجیپال آگیا۔ دیکھا اور سنا کہ سارا شہر شدت
تشنگی سے جان بلب ہے۔ زبانیں سوکھ کر ہونٹوں پر آگئی ہیں اور فریاد و شور کی صدائیں آسمان
بلند ہیں بہت گھبرایا۔ خواجہ صاحب کے پاس حاضر ہو کر باآواز بلند کہنے لگا کہ فقیر ونکو تو رحیم و کریم سنا
ہے آپ اپنے کو فقیر کہتے ہیں اور خلقِ خدا کی ہلاکت جان کا بھی کا خیال نہیں کرتے۔ دریا دلی کے
معنی تو یہ ہیں کہ شہر کو اِس مصیبت سے چھڑائیے جس میں مبتلا ہے۔ تاکہ آپ کے فقر کی آبرو رہے خواجہ
صاحب نے یہ باتیں سنکر تامل کیا۔ اور پھر شلوی دیو سے ارشاد فرمایا کہ اِس مشکیزہ کا پانی تالاب آنا
ساگر میں ڈالدو۔ بموجب حکم جسوقت مشکیزہ کا پانی آنا ساگر میں ڈالا گیا سارا تالاب بدستور لبریز ہو گیا
شہر کے کنوؤں میں پانی نظر آنے لگا۔ اور قحط آب کے آثار بالکل دور ہو گئے۔

جوگی اجیپال بڑا زبردست ساحر اور کامل جادوگر تھا اب ہر طرح سے طیار ہو کر خواجہ صاحب

کے مقابلہ کو طیار ہوا۔ خواجہؒ صاحب نے اُسے آمادۂ سحر پردازی دیکھ کر ایک بڑا سا حصار کھینچ لیا اور اُسمیں معہ اپنے ہمراہیوں کے مطمئن ہو کر بیٹھے رہے۔ جب جیپال نے سانپ سو اژدہے زبردست وخونخوار آپکی طرف بھیجے مگر وہ سب بیرونِ حصار گر گر کر خاک ہو گئے۔ آگ برسائی نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ بہت سے مہیب مہلک ساحرانہ خیالی تصویریں پیدا کیں مگر وہ سب حرفِ غلط کی طرح مٹ مٹا کر رہ گئیں۔ پھر اپنے جگر اصلعہائے سحر پھینکے جن کی تعداد پندرہ سو بتائے ہیں۔ لیکن وہ بھی کچھ اثر نہ دکھا سکے۔ اجیپال اپنی ناکامیوں سے سخت پیچ و تاب میں تھا غصہ سے لال پیلا ہوا جاتا تھا لیکن کچھ بس نہ چلتا تھا آخر خواجہؒ صاحب سے کہنے لگا کہ آپ نے بارگاہ ایزدی میں کیا منصب پایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تجھے فقیروں کے منصب مرتبہ سے کیا کام ہے تو نے جو سحر میں درجہ پایا ہو وہ دکھا۔ اجیپال نے ایک مرگ چھالا نکالا اور ہوا میں چھوڑ دیا۔ وہ جب ہوا میں بچھ گیا۔ تو جبس دم کر کے خود بھی اُس پر جا بیٹھا اور ہوا میں اُڑنے لگا آپ یہ دیکھ متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ؎

تو کارِ زمین را نکو ساختی   کہ بر آسماں نیز پرداختی

یہ کہکر خواجہؒ صاحب نے مراقبہ فرمایا اور آنکھیں کھولکر خدام سے پوچھا کہ اسوقت اجیپال کہاں ہے؟ خادموں نے عرض کیا وہ اب اتنی دور ہے کہ مرغ کی برابر نظر آتا ہے۔ یہ سنکر خواجہؒ صاحب نے اپنے نعلین چوبی کو حکم دیا کہ جاؤ سرکش اجیپال کو مغلوب کر کے زمین پر لاؤ۔ نعلین اس حکم کے پاتے ہی ہوا میں اُڑنے لگیں اور آسمان پر جا پہنچیں۔ پہنچتے ہی اجیپال کی سرکوبی شروع کر دی اور مارتے مارتے اسکو زمین پر اُتار لائیں اور خواجہؒ صاحب کے قدموں پر لا گرایا۔

یہ واقعہ اجمیر کی تمام مخلوق دیکھ رہی تھی اور اجیپال کی فریاد ہر گوش شنوا میں پہنچ رہی تھی۔ اب جب اجیپال خواجہ صاحب کے قدموں پر آگر گرا تو توبہ کرنے لگا اور امان کا خواستگار ہوا۔ آپنے ہاتھ

کیا اور نعلین کو سرکوبی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اجیپال کو جب ذرا ہوش آیا تو کہنے لگا کہ اب
آپ بھی حسب وعدہ اپنا رتبہ عالی مجھے دکھائیں آپ نے اسیوقت مراقبہ کیا اور روح پرفتوح
راجع عالم بالا ہو گئی۔ چونکہ اجیپال کو بھی اپنی محنت و ریاضت کیوجہ سے قوت استدراج حاصل
تھی مراقبہ کرکے اپنی روح کو بھی خواجہ صاحب کے ہمرکاب کر دیا۔ حضرت کی روح مقدس جب
قریب آسمان اول کے پہنچی اسوقت اجیپال کی روح کو بلند پروازی کا موقع نہ ملا اور آہ و
زاری کرنیلگی۔ آپکو رحم آیا اور اپنے ہمراہ عالم بالا کیطرف اسے بھی لیچلے۔ ملا اعلیٰ آپکو روح پرنور کی
تعظیم کرتے تھے اور حجاب اٹھتے جاتے تھے پھر آپکی روح راجع آسمان اول ہوئی اور وہاں سے دوبارہ
جانب عرش بریں جانیکا قصد کیا۔ اجیپال کی روح نے بھی ہمرہی کی تمنا ظاہر کی کہ حضور مجھے
اپنے ہمراہ رکھیں تاکہ مشاہدۂ باطنی سے میں بھی محروم نہ رہوں آپکو اسکی عاجزی پسند آئی۔
لیکن فرمایا کہ اجیپال جبتک تم مسلمان ہوکر کلمہ طیبہ نہ پڑھو گے ان مقامات کی سیر نہیں کر سکتے
اجیپال نے اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوا لیکن اس شرط پر کہ خدا مجھے تاقیامت زندہ رکھے
آپ نے دعا کی اور اجیپال کے سر پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ انشاء اللہ تو تاقیامت زندہ رہیگا
اجیپال نے کلمہ شہادت پڑھا اسوقت آپنے اسکی روح کو ہمراہ لیکر پھر عروج فرمایا یہاں
تک کہ عرش اعظم کے قریب جا پہنچے۔ حجاب باطنی اٹھ گیا اور اجیپال کی روح نے تمام عالم روحانیت
کی سیر کر لی پھر دونوں روحیں مراجعت فرمائے زمین ہو گئیں دونوں نے مراقبہ سے آنکھیں کھولدیں
اور اجیپال کلمہ طیبہ پڑھتا ہوا قدموں پر گر پڑا۔ اجیپال کا نام آپنے عبد اللہ بیابانی رکھا وہ
ابتک زندہ ہے اور صحرائے اجمیر میں بھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی کرتا رہتا ہے عبد اللہ بیابانی
نے جس مقام پر ریاضات کی تھیں وہ تاہنوز اجمیر کے قریب تین کوس پر موجود ہیں بعض لوگوں نے
وقت شب جب درگاہ شریف کے دروازہ بند ہوجاتے ہیں اجیپال کو [illegible] داخل آستانہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے

جب اجیپال کی یہ حالت رائے پتھورا نے دیکھی تو سخت حیران و پریشان ہوا۔ خواجہ صاحب نے راجہ کو مسلمان ہونے کی ہدایت فرمائی لیکن وہ بدنصیب و شقی ازلی ایمان نہ لایا۔ عبداللہ بیابانی اور شادی دیو دونوں ساتھ رہتے تھے اور آپکی خدمت سے برکات حاصل کرتے تھے۔

اب آپنے ایک مقام خاص پر سکونت اختیار کرلی۔ اور اپنے فیض باطنی سے خلق اللہ کو اپنی طرف کھینچنے لگے جسکو سعادت دینی و دنیوی حاصل کرنی تھی وہ آپکے حلقہ خدمت میں چلا آتا تھا ایک مرتبہ ایک شخص رائے پتھورا کے پاس سے بہ نیت بیعت آپکے پاس حاضر ہوا لیکن آپنے اُس کو مرید کرنیسے انکار کردیا۔ اُسنے سبب پوچھا تو آپنے فرمایا کہ تین سبب سے تجھے بیعت نہیں کرسکتا اور وہ تینوں باتیں تجھ سے جا بھی نہیں سکتیں۔ اول یہ کہ تو بڑا گندہ ہے۔ دوسرے ہمارے طریقہ کا نہیں ہے۔ اور ہم اُس شخص کو کلاہ نہیں دیتے جو کسی غیر کے روبرو سر جھکائے تیسرے لوح محفوظ پر ہمنے لکھا دیکھا ہے کہ تو اس دنیا سے بے ایمان جائیگا۔ وہ شخص یہ سنکر چلا گیا اور راجہ پتھورا سے تمام حال بیان کردیا راجہ کو یہ سنکر سخت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ یہ درویش تو غیب کی باتیں کرتا ہے۔ ہمنے سوچا تھا کہ پڑا ہے پڑا رہنے دو لیکن اب اُس سے جاکر کوئی کہدے کہ میرے شہر سے چلا جائے جب یہ حقیقت آپ نے سُنی آپ بہت مسکرائے اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ ہمیں تین روز کی مہلت دے۔ اس عرصہ میں یا تو ہم اجمیر چھوڑ دینگے یا تو چھوڑ دیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پتھورا کو ہمنے زندہ گرفتار کیا اور دیدیا۔ جو شخص مرید ہونیکو آیا تھا وہ قصداً ڈوب مرا۔

اجمیر بحیثیت دارالاسلام

۵۸۷ھ میں سلطان غازی معزالدین شام لشکر اسلام کو تیار کرکے قلعہ سرہند پر آیا اور اُسکو فتح کیا پھر ملک قاضی ضیاء الدین تولک کو اس شرط پر سپرد کیا کہ وہ

وہاں بیٹھے قلعہ کی حفاظت کرتا تا سلطان غزنین ہو کر واپس جائے۔ ابھی یہ اسی ارادہ میں
تھا کہ رائے پتھورا کے نزدیک آپہنچنے کی خبر سنی جو تمام ہندستان کے راجاؤں کیساتھ آمادہ
جنگ ہو کر آیا تھا سلطان بھی اُس کے مقابلہ میں آجمے اثنائے جنگ میں سلطان نے نیزہ
لیکر اُس ہاتھی پر حملہ کیا جس پر راجہ گوبند رائے حکمرانِ دہلی بیٹھا تھا۔ نیزہ ایسا لگا کہ راجہ کے
دو دانت ٹوٹکر اُسی کے منہ میں جا پڑے راجہ نے بھی سلطان پر سیل مارا اور بازو کو زخمی کر دیا
سلطان نے گھوڑے پر بیٹھنے کی طاقت نہ دیکھ کر باگ موڑی۔ یہ دیکھ کر لشکر سلطان نے
بھاگ دوڑ مچا دی۔ اور اس آپادھاپی میں کوئی سلطان کا سنبھالنے والا بھی نہ رہا۔ قریب تھا
کہ سلطان گھوڑے سے گر پڑیں لیکن ایک بہادر خلجی نے سلطان کو پہچانا اور فوراً اپنا گھوڑا
چھوڑ کر سلطان کے گھوڑے پر آگیا اور سلطان کو ہوشیاری سے گود میں لیکر گھوڑے کو ایسی اڑ
دی کہ میدانِ جنگ سے باہر نکل آیا اور اُس جگہ جا پہنچا جہاں شکستہ حال لشکر نے راجہ ہند
کے تعاقب سے امن پاکر قیام کیا تھا۔ کہ سلطان کے پہنچنے سے سب کو تسلی ہوئی لشکر
جو پریشان ہو [illegible] سلطان نے غزنین کی راہ لی اور قلعہ سرہند پر قاضی [illegible] کو
رائے پتھورا نے قلعہ کو جا گھیرا۔ تیرہ مہینے تک لڑائی ہوتی رہی آخر [illegible]
سال بھر کے بعد سلطان غازی نے لشکر اسلام جمع کر کے فتح ہندستان کا دوبارہ
ارادہ کر لیا۔ اب کی مرتبہ اس فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار سوار تھے۔ حدود [illegible] میں
سلطانی کیمپ آراستہ ہوا اور رائے پتھورا نیز گوبند رائے نے بھی لڑائی کا سامان
کیا۔ ہر طرف سے دس دس ہزار سواروں نے دھاوا کیا۔ اور [illegible] سوار چاروں طرف
سے [illegible] پر جا پڑے۔ اس معرکہ میں راجگان ہند کے پاؤں اکھڑ گئے [illegible]
پشت دکھا کر بھاگے۔ راجہ گوبند رائے قتل ہوا۔ [illegible] رائے پتھورا [illegible]

پہ سوار ہو کر بھاگ نکلا لیکن سرسہ کی طرف سے گرفتار ہو کر آیا اور قتل ہوا۔

شہر اجمیر، ہانسی اور سرسہ وغیرہ اکثر ملک اور شہر فتح ہوئے اور یہ فتح ۵۸۹ھ میں سلطان کو نصیب ہوئی۔

سلطان غازی معز الدین نے اجمیر کی فتوحات سے کئی چیزیں بطور سوغات سلطان غیاث الدین محمد سام کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی تھیں از آں جملہ پانچ جڑاؤ سونے کے کنگرے تھے ان میں سے ہر ایک تین گز سے زیادہ اونچا اور دو گز چوڑا تھا۔ دو کمہاے؟ طلائی جن کا قد و قامت بڑے اونٹ کی برابر تھا۔ سونے کی زنجیریں اور حلقے۔ ایک جوڑا طلائی نقارے کا اور ایک جریدہ جس کا دائرہ پانچ گز کا تھا۔ ان تمام اشیاء کو سلطان نے قلعہ فیروز کوہ اور جامع مسجد میں رکھوا دیا۔

بعض لکھتے ہیں کہ بحکم خواجہ غریب نواز شہاب الدین غوری مع افواج بیکراں جانب دہلی روانہ ہوا اور اثنائے راہ میں تمام شہروں کو فتح کرتا ہوا تھانیسر جا پہنچا۔ راجہ پتھورا یہ حال دیکھ کر قلعہ تارا گڈھ (اجمیر) سے چلا اور تھانیسر میں مقابلہ ہوا۔ راجہ نے شکست کھائی بادشاہ فتحیاب ہوا۔ اور پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا۔ راجہ نے کہا کہ سلطان میں نے تجھے سات مرتبہ گرفتار کر کے رہا کر دیا کیا تو مجھے ایک مرتبہ بھی رہائی نہ دیگا۔ بادشاہ نے ہنسکر جواب دیا کہ تو نے بیوقوفی کی دشمن کو گرفتار کر کے چھوڑ دینا آداب سلطنت کے خلاف ہے۔

غرضکہ اسطرح ہندوستان کی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی اور ہندو راج بالکل جاتا رہا۔ سلطنت اسلام کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ برسوں اجمیر شریف میں رہے۔ اور دیار و امصار کے لوگوں کو آپ سے فیض پہنچتا رہا۔ حضرت سید السادات سید حسن مشہدی المشہور خنگ سوار جو اولیائے کاملین سے تھے اور سلطان شہاب الدین کی فوج میں منزل قلب ہا؟ تھے

قطب الدین ایبک کے زمانہ میں قلعہ دار اجمیر مامور ہو کر آئے تھے۔ اُن کے اور خواجہ صاحب کے دم سے دور دور تک آوازہ اسلام پہنچتا رہا اور اشاعت اسلام ہوتی رہی جس وقت خواجہ صاحب کا سن شریف نواسی برس کا ہوا تو اُس وقت بموجب حکم جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کتخدا ہوئے۔ آپکی پہلی بیوی بی بی عصمت اللہ دختر حضرت سید حسن مشہدی موصوفۃ الصدر تھیں اور زوجہ ثانی بی بی امۃ اللہ تھیں جو کسی راجہ کی بیٹی تھیں۔

خواجہ صاحبؒ کی اولاد امجاد

زوجہ اول سے تین فرزند پیدا ہوئے۔

(۱) خلف اکبر خواجہ محی الدین محمدؒ اجمیری

(۲) خلف وسطی خواجہ ضیاء الدین ابوالخیر۔

(۳) خلف اصغر شیخ حسام الدین۔

دوسری بی بی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکے بزمانہ شیر خوارگی انتقال فرما گئے اور لڑکی بی بی حافظ جمالؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے خواجہ فخر الدین بڑے اہل کمال اور صاحب تصرف بزرگ تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن اکثر تواریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صاحب اولاد تھے سلطان التارکین ناگوریؒ کا بیان خواجہ صاحبؒ کے عیالدار ہونے پر دلالت کرتا ہے جسکو اُنکے فرزند نے اسطرح بیان کیا ہے کہ ایک روز خواجہ غریب نواز نے عیالدار اور صاحب اولاد ہونیکے بعد مجھسے کہا کہ اے حمید ہمیشہ جوانی و تجرد کے زمانہ میں جو بات طبیعت چاہتی تھی اجابت بارگاہ طلب تک پذیرا ہو جاتی تھی۔ اب اس زمانہ میں پیری و عیالداری دونوں موجود ہیں

کوئی بات بھی علم سے عین میں نہیں آتی - میں نے جواب میں عرض کیا حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کی ولادت سے پہلے حضرت مریم علیہا السلام کا بھی یہی حال تھا کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا
المحراب وجد عندها رزقاً اور ولادت کے بعد یہ درجہ ہو گیا هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ
آپ یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے خواجہ صاحب کے بیان کے موافق حضرت قطب الاقطاب
خواجہ قطب الدینؒ اوشی بختیار کاکی دہلوی خلیفہ اکبر تھے - اور ۵ خلفائے اصغر اور
۵ صاحبان مجاز ہیں حضرت خواجہ قطب الدینؒ دہلوی تحریر فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت خواجہ
صاحب جامع مسجد اجمیر شریف میں رونق افروز تھے اُس جلسہ میں آپ کے اور خلفاء و اصحاب
بھی موجود تھے - آپ نے ارشاد فرمایا کہ "موت ایسی چیز ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتی
ہے محبت اسکو کہتے ہیں کہ دوست کی یاد دل سے ہو نہ کہ صرف زبان سے محبت کے
بیان میں لکھا ہے کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر تجھ پر غالب ہو جاتا ہے میں
تجھ پر عاشق ہو جاتا ہوں" اسکے بعد فرمایا کہ ہمارا مزار اسی جگہ ہو گا اور اسی سال میں ہم کو
سفر آخرت بھی درپیش ہے بعدہ حضرت شیخ علی سنجریؒ سے فرمایا کہ فرمان خلافت لکھو
ہمنے سجادہ خلافت قطب الدینؒ دہلوی کو عطا فرمایا چنانچہ فرمان خلافت مرتب ہوا حضرت
بندہ کو طلب فرمایا میں حاضر ہوا - آداب بجالایا - ارشاد ہوا بیٹھو بیٹھ گیا حضرت نے کلاہ و عمامہ
مبارک میرے سر پر رکھا خرقہ مبارک پہنایا عصا میرے ہاتھ میں دیا مصلی نعلین مبارک اور
قرآن شریف مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ نعمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے
مرشدوں کو پہنچی تھی اور میرے مرشدوں نے مجھے عنایت کی تھی اس وقت
تک خدا کے فضل و کرم سے میں نے اُن امانتوں کو باحسن الوجوہ محفوظ رکھا
اب یہ امانت تم کو دیتا ہوں - خبردار حق امانت کما حقہٗ ادا کرنا ایسا نہ ہو کہ قیامت میں

مجھے ندامت و شرمندگی حاصل ہو۔ پھر حضرت خواجہ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف
دیکھا اور فرمایا کہ تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ ایک دفعہ اگر آتا ہوں میں نے اجازت چاہی
فرمایا کہ جاؤ جس جگہ ہو با مراد رہو۔ بندہ آداب بجا لایا اور دہلی کو رخصت ہوا قطب صاحب
بعد حصول خلافت بیس روز دہلی میں رہے اور بعد خواجہ صاحب کی خبر وصال سن کر اجمیر شریف
چلے آئے۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے جو کرامتیں اور خرقِ عادات اثنائے
قیام اجمیر شریف اور دوران سفر میں ظہور پذیر ہوئیں اُن میں سے بعض ہم درج
کر چکے ہیں۔

جب اشاعتِ اسلام حسب فرمانِ نبی علیہ السلام راجپوتانہ میں خوب ہوگئی اور
لاکھوں آدمی آپ کے فیوضِ باطنی سے مستفیض ہو چکے تو ایک روز بعد نماز
عشا خواجہ غریب نواز نے حجرۂ مبارک کا دروازہ بند کر لیا۔ اور تمام خدام اور
معتقدین کو آمد و رفت سے منع فرمادیا۔ محرمانِ درگاہ نے جو درِ حجرہ پر مامور تھے
تمام رات آپ کے قدم مبارک کی آہٹ سنی۔ آخر شب تک خواجہ صاحب پر حالتِ
وجد طاری رہی اور پھر موقوف ہوگئی۔ نمازِ صبح کے وقت خادموں نے حجرہ
کے دروازہ پر دستک دی مگر کچھ جواب نہ ملا۔ مجبوراً حجرہ کا دروازہ کھولا تو دیکھا
کہ حضور پر نور خواجۂ ہندوستان والیِ ہند واصلِ حق ہو چکے ہیں۔ اسی رات
کو اکثر اولیاء اللہ نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا
کہ آپ فرما رہے ہیں ہم آج محبوبِ خدا معین الدین چشتی کے استقبال کو
آئے ہیں۔ آپ نے ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ بروز شنبہ دارالبقا کا سفر
اختیار کیا اور ستانوے برس دنیا میں زندہ رہے.

آپ کے قطعات وصال مختلف کتب معتبر سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

از مخزن الواصلین

روز جمعہ ششم رجب بودہ | کز جہاں خواجہؒ نقل فرمودہ
بود ہفت سال عرش بود | کاں زماں نقل از جہاں فرمود
سال نقلش بہ عزت و تمکین | گو "سراج جناں معین الدینؒ"
روضۂ پاک اوست در اجمیر | زائرش جن و انس از در و شیر

از خزینۃ الاصفیا و مخزن الواصلین

معین الدینؒ معین ہر دو عالم | دلش روشن ز انوار تجلی
تولیدش امام مجتبیٰ خواں | وصالش "نیر اکبر علی" ۶۳۳ھ

ایضاً

شد ز دنیا چو در بہشت بریں | مرشد متقی معین الدینؒ
گفت تاریخ رحلتش سرور | "محرم دل ولی معین الدینؒ" ۶۳۳

ایضاً

سال نقلش بخواں بصدق و صفا | بیگماں "زیب جنت والا" ۶۳۳
روضۂ پاک اوست در اجمیر | زائرش جن و انس ہم دد و شیر

ایضاً

خواجۂ والا معین الدینؒ کہ از انوار او | گشت روشن ہر دو عالم ماہتاب ملک ہند

محو شد در نور حق چوں آں سرِ حق الیقیں
شد ندا از چرخ چارم - آفتاب ملکِ ہند

ایضاً

فیض بخش جہاں بہ علم و یقین
خواجۂ حق نما معین الدینؒ

رونقِ خاندانِ چشت از دست
زینتِ روضۂ بہشت از دست

سالِ ترحیل و نقلِ او بر خواں
ہاتفم گفت "شمس عدنِ جناں"

تاریخ ولادت و وفات

ولادت "عاشق نو" سال عمرش
بود "دُرِّ والی" ہند آشکارا

وفاتش "آفتاب ملکِ ہند" ہست
زابجد کن شمار ایں راغبدرا

آپکی اولاد بعد وفات

آپ کے خلف اکبر خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۵ شعبان ۶۶۱ھ میں وفات پائی اور اُن کے بھائی خواجہ ضیاء الدین ابو الخیرؒ جانشین ہوئے بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ آپ بھی کاملین میں سے تھے آخر ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔ خواجہ شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ جو سب سے چھوٹے تھے لوگوں کی نگاہ ظاہری سے غائب ہو کر ابدال اور رجال الغیب میں جاتے تھے۔ بدیں جہ سجادہ نشینی پوتوں اور نواسوں کی طرف منتقل ہو گئی سلسلہ اور خانوادہ کا ابتدا خواجہ صاحب اپنی حین حیات ہی میں خواجہ قطب الاولیاء کے سپرد فرما گئے تھے۔
شیخ رفیع الدینؒ بایزید اور شیخ نور العینؒ محمد احمدی خواجہ صاحب کے پوتوں میں

سے تھے۔ یہ دونوں بزرگ تصوف اور طریقہ سلوک میں ظاہر و باطن سے آراستہ و
پیراستہ تھے۔ شیخ حسام الدین سوختہ خواجہ فخرالدینؒ اجمیری کے فرزند ارجمند تھے
آپ کا دل آتش محبت سے جل گیا تھا اس وجہ سے آپ کو سوختہ کہتے تھے۔ سلطان
نظام الدینؒ اولیاء کے بہت ہم صحبت رہے۔ ان کا مزار قصبہ سانبھر میں جانب
مشرق اجمیر کے راستہ میں واقع ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے ایک خواجہ معین الدین
خورد آپ شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلوی کے مرید او خلیفہ ہیں نفس کشی میں آپ کو
کمال حاصل تھا۔ اور خواجہ مرحوم کے باطن سے فیض میسر۔ آپ کا مزار بائیں رخ روضہ
منورہ سمت جنوب محوطہ سنگ مرمر میں ہے۔ دوسرے شیخ قیام الدینؒ بابریال۔
آپ وجیہ دلاور اور نیک طینت بزرگ تھے۔

خواجہ معین الدینؒ خورد کے فرزند ارجمند شیخ قطب الدین ہیں اجمیر سے آغاز ہوش
ہی میں مانڈو کو چلے آئے تھے۔ مانڈو کسی زمانہ میں مالوہ کا ایک بہت بڑا شہر تھا۔
اب بالکل ویران ہے سنگین محلات و عمارات سب برباد ہو رہی ہیں۔ کچھ آبادی
بھیلوں کی ضرور ہے۔ پہلے اسے منڈو بھی کہتے تھے۔ خواجہ شیخ قطب الدین کو
سلطان محمود خلجی نے زمانہ شباب میں خطاب حشمت خانی دیکر بارہ ہزار سوار دل پر
افسر مقرر کر دیا تھا۔ جب بعد مدت آپ حضرت خواجہ مبرور سے اجمیر شریف میں اسلام تازہ
ہو گیا تو اجمیر شریف حشمت خانی کو دینا چاہا لیکن حشمت خاں کو مانڈو کی محبت ہو گئی
تھی بدیں وجہ قبول نہ کیا۔

شیخ بایزید بزرگ شیخ قیام الدین کے بیٹے ہیں۔ آپ نے خواجہ صاحب کے
روضہ میں برسوں درس دیا۔ شیخ احمد مجدد وغیرہ بہت سے آپ کے مشہور شاگرد ہیں۔

ہیں ہیں جب حکومت دہلی میں ہنگامہ آرائیاں ہونے لگیں اُسوقت شیخ بایزید جانب بغداد تشریف لے گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ راناسانگا کی عملداری سے شہر اجمیر جب برباد ہوگیا تھا اُسوقت آپ بیت اللہ شریف تشریف لے گئے تھے لیکن جب اسلام کا دور دورہ ہوگیا تو پھر واپس چلے آئے۔ بادشاہ کی طرف سے درس و تدریس پر مامور ہوگئے۔ ایک جماعت نے آپ کو خواجہؒ صاحب کی اولاد ماننے سے انکار کردیا۔ اور اولاد خواجہؒ میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اُس کا آغاز اسی واقعہ سے ہے۔ جب یہ قصہ بادشاہ وقت تک پہنچا۔ بادشاہ نے علماء و مشائخ سے اس بارہ میں تصدیق طلب کی۔ شیخ حسینؒ ناگوری اور مولانا رستم اجمیری جو کہ علمائے عصر اور قدمائے اجمیر میں سے تھے معہ دیگر علماء وقت فیصلہ کیلئے مقرر ہوئے اور سب نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ آپ شیخ قیام الدین بن حسام الدین بن شیخ فخرالدین فرزندانِ خواجہ بزرگ کی اولاد ہیں۔ شیخ حسین ناگوری نے فرزندانِ شیخ بایزید سے نسبت خویشی کی۔ آپ کی دختر نیک اختر بی بی حافظ جمال نہایت عابدہ تھیں اور خواجہؒ صاحب سے آپ کو بیعت حاصل تھی۔ آپ نے ۱۱۔ ربیع الآخر ۶۰۹ھ میں بروز دوشنبہ وقت عشاء خلعت خلافت اپنے پدر بزرگوار سے پایا۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں عورتوں کو معراج کمال تک پہنچادیا۔ آپ کا نکاح شیخ رضی الدینؒ سے ہوا تھا۔ اور مزار مقدس آپ کا مزار خواجہ صاحب کے قریب ابتک زیارت گاہ عوام ہے۔

خلفائے خواجۂ اجمیر

آپ کے خلیفہ اکبر قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی بختیار کاکی تھے۔ آپ

والد ماجد کا نام شیخ کمال الدین احمد موسیٰ اوشی تھا۔ اوش توابع ماورالنہر ہے ایک قصبہ مشہور ہے۔ قطب صاحب ۴ رمضان المبارک ۵۶۹ھ میں بمقام اوش پیدا ہو گئے۔ گویا اس حساب سے آپ خواجہ صاحب سے کوئی گیارہ سال چھوٹے تھے ڈھائی برس کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے جب عمر ۵ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو ایک ہمسایہ کے سپرد کر دیا کہ کسی مکتب میں آپ کو بٹھا دے۔ ہمسایہ آپ کو مکتب میں بٹھانے کے لئے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک بزرگ ملے اور پوچھنے لگے کہ یہ بچہ کس کا ہے۔ ہمسایہ نے جواب دیا کہ یہ لڑکا خاندانِ اہل صلاح سے ہے باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کی ماں نے مجھے سپرد کیا کہ میں اسے کسی مکتب میں بغرض تعلیم بٹھا دوں۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ لاؤ میں اس بچہ کو ایک ایسے صاحب کمال کے سپرد کر دوں جس کی صحبت اسے بھی کمال تک پہنچا دے۔ غرض قطب صاحب ان دونوں کی متفقہ رائے سے مولانا حفص کے پاس بٹھائے گئے اور اس مرد بزرگ نے سفارش کہا کہ مولانا یہ لڑکا آئندہ اولیائے کاملین سے ہوگا۔ اس کی تعلیم و تہذیب ذرا ہوشیاری سے کام لینا۔ آپ کو ہوش سنبھالتے ہی پیر طریقت کی جستجو دامنگیر ہو گئی۔ چاہا کہ شیخ محمود کے مرید ہو جائیں کہ اس اثنا میں خواجہ اجمیری اوش میں تشریف لائے۔ آپ حاضر خدمت ہوئے اور پہلی ہی حاضری میں بیعت حاصل کر لی اور بہت ہی کم عرصہ میں خلعتِ خلافت حاصل کر لیا۔

بیس سال کی عمر میں ہدایت و رہنمائی کی استعداد ہو گئی۔ اور اکثر کو راہ حق پر لگاتے رہے۔ آپ اس زمانہ میں شب و روز میں ڈھائی سو رکعتیں ادا کرتے اور تین ہزار درود شریف۔ وہ جو فتوح حضرت سرور کائنات پر بھیجتے جب آپ کی شادی

ہو گئی تو درود شریف جاتا رہا۔

تیسری شب رئیس احمد کو جو کہ آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے خضر سرور کائنات عالم رویا میں نظر آئے اور ارشاد فرمایا کہ رئیس احمد ہمارا سلام قطب الدین کو پہنچاؤ اور کہو کہ تین راتیں ہوئیں تمہارا تحفہ ہم تک نہ پہنچا۔ رئیس احمد نے یہ پیام قطب الاقطاب کو پہنچایا۔ آپ نے سنتے ہی بی بی کو طلاق دیدی اور پھر مدت العمر تک ہر رات صرف درود شریف کے لئے وقف کر دی۔ اور پیر روشن ضمیر خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں جانب بغداد روانہ ہوئے۔ بغداد پہنچکر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی شیخ اوحد الدین کرمانی اور دیگر مشائخ کرام سے شرف نیاز حاصل کر کے استفادہ حاصل کیا۔ ایک دن خبر ملی کہ حضرت خواجہ صاحب دہلی میں رونق افروز ہیں تو سنتے ہی آپ بھراہی شیخ جلال الدین تبریزی ہندوستان روانہ ہو گئے۔ ملتان پہنچکر شیخ بہاؤ الدین ذکریا کے پاس چند روز قیام فرمایا اس زمانہ میں ترکوں کے لشکر نے خطاو ختن سے آکر قلعہ ملتان کا محاصرہ کر لیا تھا قباچہ بیگ حاکم ملتان نے خدمت میں التماس دعا کی کہ کسی طرح دشمنوں کی ایذا سے نجات ملے۔ خواجہ قطب صاحب نے اس کو ایک تیر عنایت کیا اور فرمایا کہ بوقت شب برج سے ترکوں کے لشکر کی طرف چھوڑ دو۔ چنانچہ قباچہ بیگ نے ایسا ہی کیا فلفنس خد اطراف قلعہ میں کوئی دشمن باقی نہ رہا پھر وہاں سے آپ روانہ ہوگئے۔

دہلی پہنچے اور خطہ کیلوکھری میں ٹھہرے۔ شیخ الاسلام شیخ جلال الدین محمد بسطامی اور قاضی حمید الدین ناگوری جن کا نام حمدان عطا ہے خواجہ کے مجلسیوں سے تھے وہ مسافت دور دراز کی وجہ سے پریشان رہتے تھے اس لئے سلطان

شمس الدین التمش سے عرض کر کے قطب الاولیا کو شہر میں ملک اعز الدین کی مسجد کے برابر لاکر اتارا۔ چند روز کے بعد آپ نے خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ بھیجا اور حاضری کی اجازت چاہی۔ جواب ملا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی جس کو دوست رکھتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہیں ٹھیرو۔ درویش بھی انشاء اللہ وہیں آتا ہے۔ لاچار قطب الاولیاء کو قیام دہلی پر راضی ہونا پڑا۔ چند روز بعد خواجہ صاحبؒ دہلی تشریف لے آئے اور اُن کی خدمت میں رہ کر قطب الاولیا نے حصولِ مراد کیا۔

ایک روز قاضی حمید الدین ناگوریؒ خواجہ محمد پوستین دوزؒ شیخ بدر الدین غزنویؒ اور شیخ تاج الدین منور اوشیؒ آپ کی خدمت میں حوض شمسی کے کنارے صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے باہم حقایق کی گفتگو میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک شتر سوار جو کبود پوش تھا کنارِ حوض سے غسل کر کے برآمد ہوا اور شیخ تاج الدین منور اوشی سے کہا کہ قطب الاولیا سے نیاز مند قدیم ابو سعید دمشقی کا سلام کہدو۔ شیخ تاج الدین ابو سعید کا نام سنکر فوراً کھڑے ہو گئے اور اُس شخص کے پاس پہنچنا چاہا۔ لیکن اُن کے پہنچتے پہنچتے وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔

شیخ نظام الاولیا فرماتے ہیں کہ ایک روز قطب صاحب۔ اثنائے راہ میں بہت دیر تک کھڑے روتے رہے اور فرمایا کہ اس زمین سے دل سوختہ کی بو آتی ہے اُس زمین کے مالک کو بلایا اور کچھ روپیہ دیکر اُسے خرید لیا۔ اب وہیں آپ کا مزار ہے وہی نظام الدین راوی ہیں کہ ایک روز میں قطب الاولیا کے مزار مبارک پر معتکف تھا میرے دل میں یکایک خیال آیا کہ کیا صاحبِ مزار کو زائر کی آمد و رفت سے آگاہی

ہو گئی۔ ناگاہ میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

آپ کے نام کے ساتھ جو لفظ "کاکی" لکھا جاتا ہے اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قطب الاولیا کسی کے دئے ہوئے روپیہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے ناچار متعلقین کو خرچ کے لئے قرض لینا پڑتا تھا۔ ایک روز ایک قرضخواہ نے ادائے قرضہ کیلئے بہت اصرار کیا۔ ان لوگوں نے مجبور ہو کر عہد کر لیا کہ آئندہ فاقہ کر لینگے لیکن قرض نہ لینگے۔ جب قطب الاولیا کو یہ حال معلوم ہوا تو جملہ خانہ نشین لوگوں سے فرمایا کہ اس طاق سے فی کس ایک کاک گرم (روغنی روٹی) روز لے لیا کرو۔ وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ اس نسبت سے آپکو "کاکی" کہتے ہیں۔

آپ نے بروز دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ بوقت چاشت بمقام دہلی وفات پائی قبل وفات خرقۂ خلافت مصلیٰ نعلین اور کفش چوبی ذخیرہ شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے فرمان کے مطابق سپرد کر دیا گیا تھا۔

بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خرقِ عادات اظہر من الشمس و ابین من الامس ہیں۔ آپ بڑے صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں آپ کا سلسلۂ نسب فرخ شاہ عادل بادشاہ کابل تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ نے بروز شنبہ ۵ محرم الحرام ۶۶۹ھ بزمانہ سلطان غیاث الدین بلبن وصال فرمایا۔ اور ۹۵ سال کی عمر پائی۔

خواجہ صاحب کے خلفائے اصغر بیشمار ہیں لیکن جن کا حال تواریخ معتبر سے معلوم ہو سکا اُن کے اسمائے گرامی بہ ترتیب سال خلافت یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	اسماء خلفا	زمانۂ خلافت	مقام خلافت	زمانۂ وفات	مدفن	کیفیت
۴۱	حضرت سفیان احمد رحمۃ اللہ علیہ	چہار شنبہ وقت صبح ۱۱ صفر سنہ ۶۰۲ھ	اجمیر شریف	شنبہ وقت فجر ۲۰ رجب سنہ ۶۰۶ھ	دہلی	
۴۲	حضرت عبد الغفار رح	یکشنبہ وقت صبح ۲۴ شعبان سنہ ۶۰۲ھ	"	جمعہ وقت اشراق ۲۵ رجب سنہ ۶۲۱ھ	اجمیر شریف	
۴۳	حضرت عزیز احمد شاہ رح	دوشنبہ وقت عصر ۱۴ رمضان سنہ ۶۰۲ھ	"	۱۶ صفر سنہ ۶۲۹ھ	دہلی	
۴۴	حضرت شیخ محمد زاہد ترک رح	پنجشنبہ وقت صبح ۱۹ شعبان سنہ ۶۰۳ھ	"	۱۱ محرم سنہ ۶۳۳ھ		
۴۵	حضرت نعیم محمد رح	سہ شنبہ وقت عصر ۱۱ شعبان سنہ ۶۰۴ھ	"	۲۷ جمادی الآخر سنہ ۶۱۱ھ	جمرود	
۴۶	حضرت شہاب دولی رح	پنجشنبہ وقت ظہر ۱۱ رجب سنہ ۶۰۵ھ	"	شنبہ بعد نماز مغرب ۱۲ ربیع الآخر سنہ ۶۱۶ھ	اجمیر شریف	مراجعت فرمائے بلخ ہوگئے
۴۷	حضرت شیخ محمد علی سنجری رح	یکشنبہ وقت عصر ۲۱ رجب سنہ ۶۰۸ھ	"	معلوم نہیں	معلوم نہیں	
۴۸	حضرت خواجہ یادگار خرم رح	جمعہ وقت صبح ۲ رمضان سنہ ۶۰۹ھ	"	۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۴۰ھ	غزنی	
۴۹	حضرت سوجی بہادر شاہ رح	دوشنبہ وقت اشراق ۹ صفر سنہ ۶۰۹ھ	"	جمعہ وقت اشراق ۱۱ محرم سنہ ۶۱۸ھ	اجمیر شریف	
۵۰	حضرت مرد جاد خان ترک رح	پنجشنبہ وقت عصر ۸ رجب سنہ ۶۰۹ھ	"	سہ شنبہ وقت ظہر ۱۲ شعبان سنہ ۶۱۱ھ	"	
۵۱	حضرت لعمت احمد صفا رح	یکشنبہ وقت صبح ۸ صفر سنہ ۶۰۹ھ	"	دوشنبہ وقت صبح ۱۴ جمادی الآخر سنہ ۶۱۶ھ	"	
۵۲	حضرت شیخ سعد الدین رح	دوشنبہ وقت صبح ۲ ربیع الاول سنہ ۶۰۹ھ	"	معلوم نہیں	معلوم نہیں	
۵۳	حضرت خواجہ سبز یادگاری رح	شنبہ وقت شب ۵ محرم سنہ ۶۰۵ھ	"	۲۱ ذی الحجہ سنہ ۶۴۵ھ	قندہار	
۵۴	حضرت خواجہ عبد اللہ سیالی رح	چہار شنبہ وقت جمعہ ۹ ذیقعدہ سنہ ۶۱۰ھ	اجمیر شریف	معلوم نہیں	معلوم نہیں	
۵۵	حضرت بابا اکبر شاہ رح	دوشنبہ وقت عصر ۲۴ شعبان سنہ ۶۱۱ھ	"	دوشنبہ وقت اشراق ۱۹ رمضان سنہ ۶۲۱ھ	اجمیر شریف	
۵۶	حضرت محمد جعفر بہاری رح	سہ شنبہ وقت نماز فجر ۵ محرم سنہ ۶۱۲ھ	"	۱۱ رجب سنہ ۶۲۹ھ	دہلی کہنہ	
۵۷	حضرت شیخ محمد فتاز خواجہ رح	جمعہ وقت صبح ۲۹ ذی الحجہ سنہ ۶۱۱ھ	"	۹ رجب سنہ ۶۳۳ھ	اجمیر شریف	یہ دو بزرگ نیز بابا جی کا مزار [illegible]
۵۸	حضرت سلطان ابو مسعود غازی رح	سہ شنبہ وقت صبح ۱۳ جمادی الآخر سنہ ۶۱۳ھ	"	معلوم نہیں	"	
۵۹	حضرت سبحان علی خان حقی رح	یکشنبہ وقت صبح ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۶۱۳ھ	"	دوشنبہ وقت عصر ۹ ذی الحجہ سنہ ۶۱۹ھ	"	
۶۰	حضرت شیخ وحید الدین خراسانی رح	سہ شنبہ وقت عصر ۱۱ ربیع الاول سنہ ۶۱۳ھ	"	۹ جمادی الآخر سنہ ۶۴۵ھ	ہرات	
۶۱	حضرت شیخ نظام نور خان ترک رح	بعد نماز جمعہ سنہ ۶۲۳ھ	"	روز جمعہ وقت تہجد ۲۱ رجب سنہ ۶۲۱ھ	دہلی کہنہ	

ان کے علاوہ حضرت امام الدین بن نجم الدین دمشقیؒ حضرت نیاز اللہ بن شفیق احمد خراسانیؒ حضرت امام شہاب کوفیؒ اور حضرت داؤد الدین ساکن طائف شریف آپ کے ہم جلیس و ہم منتسب تھے۔ اور خواجہ صاحبؒ کے ہمراہ بخارا کمنہ میں آئے تھے اور وہیں بیعت و خلافت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ حضرت امام الدینؒ نے ۱۰ ربیع الاول ۵۵۵ھ کو بروز پنجشنبہ بوقت تہجد رحلت فرمائی۔ پھر حضرت امام احمد شہابؒ نے ۱۴ شعبان ۵۶۰ھ کو بروز شنبہ وقت زوال انتقال فرمایا پھر حضرت شاہ نیاز اللہؒ نے ۱۵ ماہ ربیع الاول ۵۶۵ھ بروز جمعہ قبل از نماز وصال فرمایا۔ ان چاروں حضرات کے مزار مقدس خواجہ صاحبؒ کے روضۂ مطہر کے پاانداز ہیں۔

صاحب مجاز جنات حضرت خواجہ صاحبؒ نے ۱۵ جن کو صاحب مجاز بنایا ان سب کا حال کسی کتاب میں نہیں ملتا لیکن تحقیق ہی کہ دو جنات جو اولاد ہاروں سے تھے آپکے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے اور آپکے رو برو خواجہ تاش تھے خواجہ صاحب نے ۱۰ رمضان المبارک ۵۹۱ھ بروز جمعہ وقت چاشت ان پانچ جنات کو صاحب مجاز کر دیا۔ اور ۱۲ جنات کو ۱۷ رمضان المبارک ۵۹۱ھ قبل از نماز صاحب مجاز کیا خود خلفاق میں جنوں پر سردار اور مجاز اکبر ہیں۔ یہ سب جنات زندہ ہیں اور اجمیر شریف کے کوہستانی مقامات ان کے مسکن ہیں بعض کے ذمہ درگاہ خواجہ صاحبؒ کی جاروب کشی بھی ہے

روضۂ منورہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آپکے روضۂ منورہ کی بنیاد خواجہ حسین ناگوری نے ڈالی تھی۔ خواجہ حسین ناگوریؒ حضرت شیخ حمید الدین صوفی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ شیخ حمید الدین صوفی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ... تھے نہایت باکمال صاحب باطن بزرگ گذرے ہیں آپکا مزار قصبہ ناگور میں واقع ہے۔ آپکی کنیت ابو احمد اور لقب سلطان التارکین ہے ... آپ کی نسبت ...

دھام سے آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپکی درگاہ کا احاطہ سلطان غیاث الدین تغلق نے بنایا اور
کچھ حصہ درگاہ خواجہ حسینؒ ناگوری نے بنوائے۔

چنانچہ وہ یہی حسینؒ ناگوری ہیں جنہوں نے روضۂ خواجہ غریب نواز کی بنیاد ڈالی اور
مدتوں مزار پرانوار پر مجاور بنکر بیٹھے رہے۔ اور عبادت کرتے رہے۔ اس زمانہ میں اجمیر شریف
نہایت ویران تھا۔ چاروں طرف جنگل میں شیر رہتے تھے۔ اور مزار مبارک خام تھا۔ سلطان
غیاث الدین خلجی کو خواجہ حسینؒ ناگوری سے شرف نیاز حاصل کرنیکا بہت شوق تھا۔ سلطان انکو
ہمیشہ بلایا کرتے تھے اور وہ انکار کردیا کرتے تھے۔ ارکین دربار نے ایک روز بادشاہ کو صلاح دی
کہ اگر آپ خواجہ حسینؒ ناگوری سے یہ کہلا بھیجیں کہ میرے دربار میں حضرت سرکار کائنات علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک ہیں تو وہ یقیناً تشریف لائیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا
خواجہ صاحبؒ اس خبر کے ملتے ہی بیچین ہوگئے اور دربار سلطان میں چلے آئے چونکہ
جذبۂ شوق کامل تھا۔ اسلئے موئے مبارک خواجہ حسینؒ کے ہاتھ پر آگئے۔

سلطان نے بعد اظہار عقیدت مندی بہت سے تحائف پیش کئے۔ لیکن آپ نے انکے
لینے سے انکار کردیا۔ آپ کے فرزند دلبند آپ کے ہمراہ تھے آپکو قبول تحائف کیلئے مجبور کرنے
لگے خواجہ حسینؒ نے اس شرط پر تحائف قبول کرنے کی اجازت دی کہ وہ سب خواجہ غریب نواز
اور شیخ حمید الدین ناگوری کے مزار کی تعمیر میں صرف کردئے جائیں صاحبزادہ نے اس شرط
کو منظور فرمالیا اور اس سال سے یہ عمارت جو مزار شریف پر بنی ہے یعنی گنبد وغیرہ تعمیر
ہوئی گنبد کی غربی دیوار کی جالی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ معین — گفت ہاتف او معظم قبۂ خوش برین

بنیاد گنبد کی اتفاقاً سلطان محمود بن سلطان ناصرالدین غیاث الدین کے زمانہ میں

نقشہ روضۂ منورہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (بمقام اجمیر شریف)
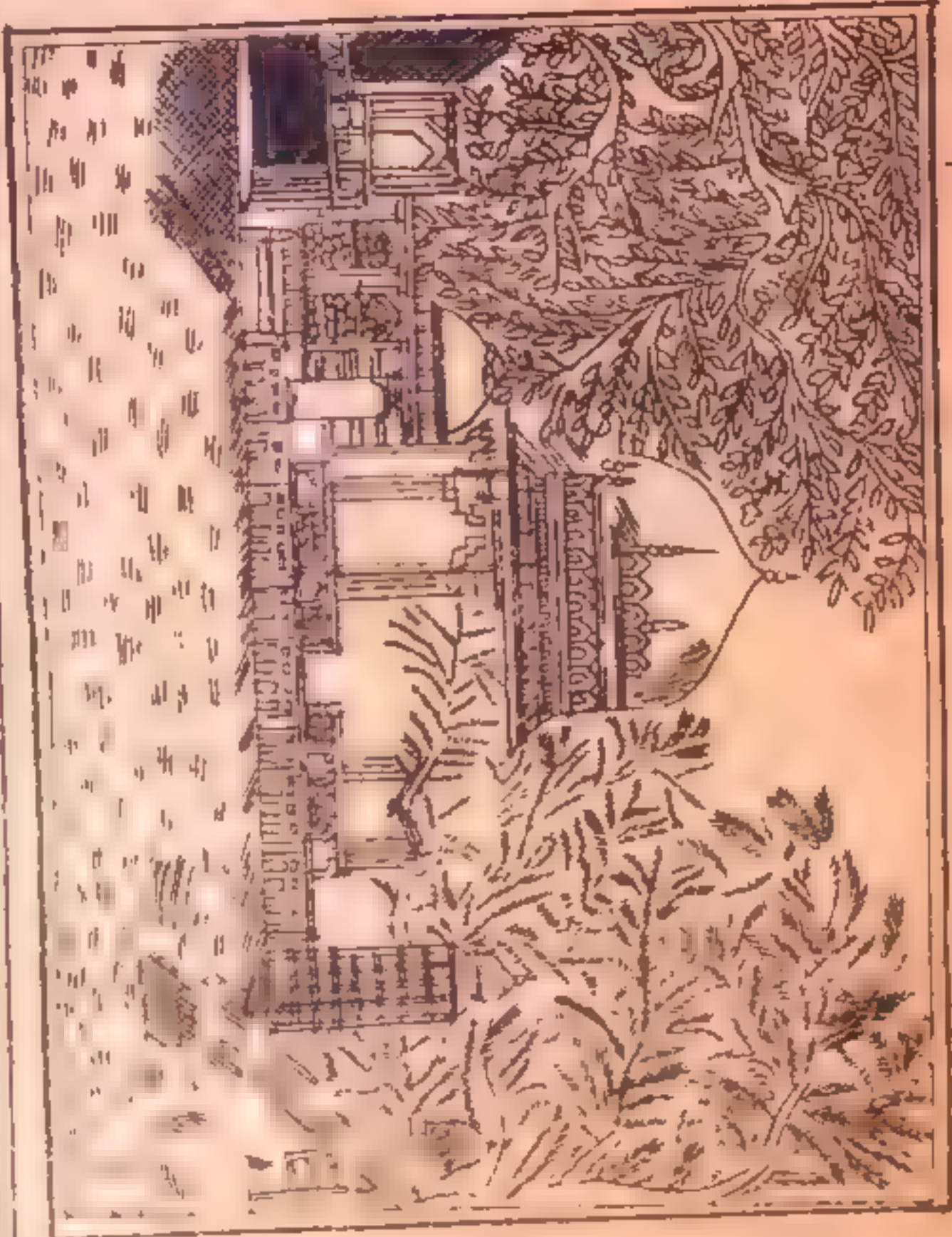
ہوئی ہے۔ کیونکہ سلطان غیاث الدین ۹۰۶ھ میں انتقال کر چکے تھے۔

روضۂ اقدس کا دروازہ کسی اور بادشاہِ مانڈو نے بنوایا ہے۔ گنبد قبر خام پر بنا ہوا ہے گنبد پر سونے کا بہت بڑا کلس اور کونوں پر سنہری کلسیاں نہایت شان سے چمکتی نظر آتی ہیں اور گنبد معلیٰ کی سپیدی پر سنگ مرمر کا دھوکا ہوتا ہے۔ روضہ کے اندر دنی حصہ میں سنہری اور لاجوردی کام کیا ہوا ہے اور چھت میں کاشانی مخمل کی زرّیں چھت گیری لگی ہوئی ہے چھت گیری کے نیچے ستون کے قمقمے طلائی زنجیروں میں آویزاں ہیں اور چاروں گوشوں پر چار طلائی قمقمے سونے کی زنجیروں میں لٹکے ہوئے زمانہ شاہی میں ان قمقموں کی قیمت کا تخمینہ کیا گیا تو فی قمقمہ پانچ پانچ ہزار روپیہ لاگت اندازہ کی گئی تھی۔ علاوہ ان کے چاندی کے قمقمے چاروں طرف قریب قریب آویزاں ہیں اور دیوار کے اندر سنہری چوکھٹوں میں آئینے نصب ہیں۔ اور یہ اشعار آب زر سے روضہ کے اندر چاروں طرف لکھے ہوئے ہیں ؎

خواجۂ خواجگان معین الدینؒ — اشرف اولیائے روئے زمین

در جمال و کمال آں چہ سخن — ایں مبیّن بود بحسن حصین

مطلعے در صفات او گفتم — در عبادت بود چو دُرّ ثمین

اے درت قبلہ گاہِ اہلِ یقیں — بر درت مہر و ماہ سودہ جبیں

خادمانِ درت ہمہ رضواں — در صفا روضۂ تو خلدِ بریں

ذرۂ خاک او عبیر سرشت — قطرۂ آب او چو ماءِ معین

جانشیں معین خواجہ حسینؒ — بہ بقاءش بماند ہست چنیں

کہ شود رنگ تازہ گشت زنو — ہست خواجہ معین الدین

اس کے آگے کے دو شعر ہیں گذر جانے کی وجہ سے اشعار فرسودہ ہو گئے ہیں کہ

پڑھے نہیں جاتے لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ روضہ شریف میں نقاشی کا کام از سر نو حضرت
خواجہ حسین اجمیری کی معرفت ہوا ہے جسکو تخمیناً ڈھائی سو برس ہوگئے مزار شریف پر سیپ کے
کام کا چھپر کھٹ صندلی بنا ہوا ہے۔ بنانیوالے نے عجیب باریک کام کیا ہے۔ چھپر کھٹ کی
چھت میں ایک سبز مخمل ردی کی چھت گیری اور کبھی زردی لگی ہوئی رہتی ہے چھپر کھٹ کے
اندر نہایت بیش قیمت سنگ مرمر کا مزار بنا ہوا ہے اس پر رنگ طلائی فیروزہ یشب اعجوبہ
لسنیہ کی پچیکاری ہے جس پر بیل بوٹے منبت کاری کے نہایت نادر و نایاب بنے ہوئے ہیں
مزار پر اکثر ہمیشہ زربفت کمخواب تامی اور مشجر کے قبر پوشوں سے نہاں رہتا ہے جن پر پھولوں کی
چادر پڑی رہتی ہے چھپر کھٹ کے بیچ میں چاندی کا کٹہرا لگا ہوا ہے جسکی قیمت ایک لاکھ روپیہ
بتاتے ہیں لیکن اس کٹہرے سے پہلے سنہری کٹہرہ لگا ہوا تھا۔ چنانچہ سلطان جہانگیر نے تزک
جہانگیری میں لکھا ہے کہ ۱۰۲۳ھ میں میری بعض مرادیں بر آئیں تو میں نے منت مانی کہ مرقد خواجہ بزرگ
پر محجر طلائی جالیدار نذر دونگا۔ یہ محجر ۲ رجب ۱۰۲۷ کو طیار ہوا تو میں نے حکم دیا کہ لیجا کر
روضہ منورہ میں نصب کردیں۔ اس کی لاگت میں دس ہزار روپے صرف ہوئے تھے۔ اسی کٹہرے
سے ذرا فاصلہ پر ایک دوسرا چاندی کا کٹہرا ہے جسکی مرمت راجہ جے سنگھ والی جیپور کے
حکم سے باہتمام شیخ محمد حیات اور حاجی منظور علیخان متولی آستانہ کی گئی۔ اس کٹہرے کا وزن
بیالیس ہزار نو سو اٹھتر تولہ ۲ ماشہ یعنی تیرہ من ستر و سیر ایک تولہ ۲ ماشہ ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں کٹہرے جہاں آرا بیگم دختر شاہجہاں بادشاہ نے بنوائے کہ
جو خواجہ بزرگ پر حد اعتقاد تھا۔ اور اپنے تمام شاگرد پیشوں کو آستانہ شریف کی خدمت
گذاری کیلئے نذر کر دیا۔ جنکی اولاد اب تک موجود ہے اور یہ لوگ خادم کٹہرہ کے نام سے مشہور ہیں۔
بیت گنبد کے فرش میں سنگ مرمر کے پتھر نہایت نفاست سے لگے ہوئے ہیں۔ نیز

اور گرد سنگ موسیٰ کی ٹہریاں جڑی ہوئی ہیں گنبد کے مشرقی دروازہ سے ملحق دائیں بائیں دو حجرے ہیں۔ ایک میں تیغہ لگا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسمیں سونے کی سلاخیں اور سیمیں و طلائی ظروف محفوظ ہیں۔ دوسرا دروازہ کھلا ہوا ہے جسمیں چتوڑ گڈھ کے قلعہ والی جوڑی چڑہی ہوئی ہے اس دروازہ کے آگے جو دوسرا دروازہ ہے اُسکی دیوار پر یہ نظم لکھی ہوئی ہے۔

بیا کہ کعبہ اہل دل است خواجہ معینؒ طواف مرقد اوی کنند شاہ و گدا
زراہ صدق درآ در مقام خواجہ معینؒ کہ ہست روضہ پاکش چو جنت الماوا

۱۲۴۰ھ میں نواب فیض اللہ خاں بنگش مرحوم رئیس فرخ آباد نے باہر والے دروازے میں جوڑی چڑھائی جس پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

خان فیض اللہ بنگش کہ نگاہش عالیست ساخت دروازہ درگاہ معین جاوید
چونکہ درگاہ معین است چو خورشید بلند سال تاریخ شدہ باب طلوع خورشید ۱۲۴۰ھ

ایک عقیق یمنی بہت بڑا بر رنگ زرد اس دروازہ کے شمالی رخ پر جڑا ہوا ہے روضہ شریف کی مرمری جالیوں پر زریں پردے پڑے رہتے ہیں! در موسم گرما میں انکے بجائے خس کے پردے ڈالدے جاتے ہیں۔ ۷۵ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر شاہان مغلیہ کے زمانہ سے درگاہ کے نام وقف ہے جو آج تک قایم ہے۔

اب ہم اُن تمام مقامات کے تفصیلی حالات لکھیں گے جنکو درگاہ سے یا اجمیر شریف سے تعلق ہے۔ ان مقامات کے تلاش کرنے میں ناظرین کو اکثر الجھن ہوتی ہے اسلئے ہمنے تمام ایسے مقامات کو بہ ترتیب حروف تہجی درج کیا ہے کہ آپکو جو مقام دیکھنا ہو اس حساب سے فوراً تلاش کر لیا جائے اور ورق گردانی میں وقت ضائع نہ کرنا پڑے۔ جن مقامات کا تعلق صرف درگاہ شریف سے ہے وہ سب ایک جگہ ملینگے اور جن کا تعلق شہر سے یا سواد شہر سے ہے وہ ایک جگہ ملینگے۔

مقامات متعلق درگاہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ

احاطہ نور روضۂ خواجہ صاحب کے غربی اور جنوبی حصّہ سے کسی قدر حصّہ شمالی تک چھوٹا سنگ مرمر کا بشکل بارہ دری بنا ہوا ہے دروازوں پر سونے کے کلس لگے ہوئے ہیں سنگ مرمر کی جالیاں نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ اس احاطے کے دو دروازے ہیں ایک جنوب رویہ دوسرا غرب رویہ جنوب رویہ کا نام پائنداز دروازہ اور غرب رویہ کا بہشتی بابکی دروازہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اِس دروازہ میں سے جو شخص سات بار نکل جائے اُس پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے اور یہ بہشتی دروازہ صرف ایام عُرس میں ۶ روز تک اور محرم کی ۱۰ تاریخ کو کھلا رہتا ہے۔

اولیا مسجد یہ مسجد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے دونوں طرف دو حجرے ہیں اسے اولیا مسجد اسلئے کہتے ہیں کہ یہاں حضرت خواجہ غریب نوازؒ بزمانہ حیات نماز ادا کرتے تھے۔ چھوٹا سا ایک نفیس مقام ہے۔ یہاں پہلے شادی جن کا بتخانہ تھا۔

اکبری مسجد سنہ ۹۷۸ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے اس کو تعمیر کرایا تھا یہ تمام مسجد سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے لیکن محرابوں پر سنگ مرمر کی پچی کاری میں لاجوردی کام ہے طول ایک سو چالیس فیٹ اور مع صحن دروازہ کے عرض بھی اتنا ہی ہے وسط محراب ۵۶ فیٹ بلند ہے۔ بازو دو نیم منار ہیں مسجد کے صحن میں ایک حوض ہے اور مسجد کے قریب سمت جنوب ایک قدیم دالان ہے جو جھتا نقارہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کا ذکر آگے آئیگا۔

ایک بالشت کی چھتری

یہ چھتری سولہ کھمبہ سے متصل دروازہ کی مہر دل پر بنی ہوئی ہے جسکی وسعت ایک بالشت سے زیادہ نہیں ہے۔ اسکا گنبد لداؤ کا ہے اور ستون سنگی ہیں گنبد کے نیچے آٹھ دس آدمی بخوبی بیٹھ سکتے

ہیں۔ فی الاصل یہ دروازہ خواجہ حسینؒ کے محوطہ کا تھا۔ اب اُس محوطہ کا تو نشان بھی نہیں لیکن
یہ دروازہ تا ہنوز قائم و موجود ہے۔

بیگمی دالان

۱۰۵۳ھ میں جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں نے گنبد شریف کے دروازہ کا
ملحق یہ رفیع الشان دالان بنوایا ہے اسکی چھت ستونوں کندہ پر قائم کئے گئے
گئے ہیں۔ اور فرش دالان سنگ فشان اور باری کا ہے چھت میں تمامی کی چھت گیری لگی ہوئی ہے
اور چاروں طرف چاندی کے قمقمے لٹکے ہوئے ہیں محراب سطلی پر سنگ مرمر پر عمدہ کتبے کندہ ہیں
یہ مقام قوالی کیلئے مقرر ہے۔ خوبصورت سنہری کلس کلسیاں آگے سنگ سرخ کا سائبان دالان
کے سامنے سنگ مرمر کا فرش اور اردگرد سنگین کٹہرا لگا ہوا ہے۔ بانی دالان بیگم صاحبہ موصوف
نہایت خوش اعتقاد و قابل تھیں مونس الارواح انہیں کی تصنیف سے ہے اسمیں خود لکھتی ہیں:

"بعد حمد خدا و نعت جناب مصطفےٰ جب میں آگرہ سے اپنے والد ماجد کیساتھ اجمیر شریف
روانہ ہوئی تو ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرتی تھی اور ایکبار سورۂ یٰسین نہایت عقیدت مندی
سے پڑھکر اُس کا ثواب خواجہ غریب نوازؒ کی روح کو پہنچاتی تھی۔ انہیں ایام میں یکشنبہ جلوس
میلاد بھی منعقد کی۔ خدا کے فضل سے بروز پنجشنبہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۰۵۳ھ روضۂ مقدس میں
باریاب ہوئی۔ سات بار طواف مزار کیا۔ اور اپنے ہاتھ سے روضۂ منورہ میں جھاڑو دی اسوقت
عجیب عالم ذوق تھا اور مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہی ہوں۔ القصہ اپنے
ہاتھ سے مرقد منور پر عطر ملا اور پھولوں کی چادر چڑھائی۔ اور سنگ مرمر کی مسجد پر جو میرے
پدر بزرگوار نے دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف کرکے تعمیر کی تھی جا کر نماز ادا کی بعد از
آں مسند مبارک میں بیٹھی تا بہ مغرب کے وقت سورۂ یٰسین اور سورۂ فاتحہ پڑھتی رہی۔ چراغ
کے مزار پر شمع روشن کرتے تعظیم رہی اور روزہ افطار کیا۔ عجیب عالم تھا جو [illegible]

اپنے اختیار میں ہوتی تو ہمیشہ کیلئے روضہ منورہ کیلئے وقف ہو جاتی کہ گوشہ نشینی کی میں عاشق
ہوں اور اس سے بہتر گوشہ عافیت مل نہیں سکتا۔ الغرض چاند بزرگوار کے ساتھ بچشم اشکبار جمعہ کے دن
صبح کے وقت آگرہ روانہ ہو گئی اس بیان سے جہاں آرا بیگم کی خوش اعتقادی کا پورا ثبوت ملتا ہے
بلند دروازہ یہ دروازہ سلطان محمود خلجی نے بنوایا ہے۔ اس کو بنے ہوئے کچھ اوپر چار سو برس

نقشہ بلند دروازہ درگاہ خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف
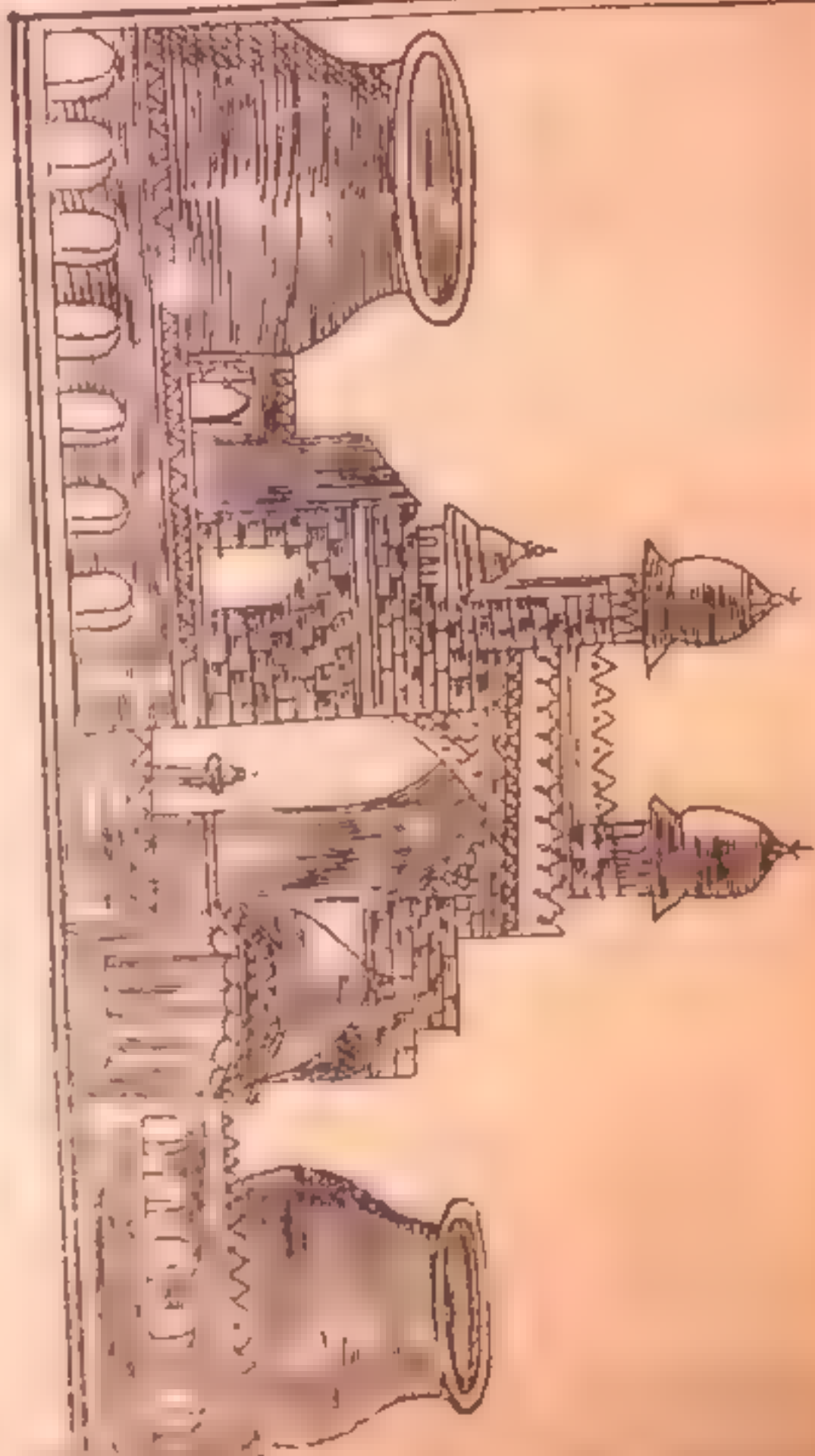
گذر گئے۔ لیکن اُسی شان سے ابتک قایم ہے اسکی بلندی چھبیس گز ہی سنگ سُرخ سے بنا ہوا ہی۔ اسکے اندر سنگ مرمر کا فرش ہی محرابوں میں طلائی قمقمے اور برجیوں پر سنہری کلس لگے ہوئے ہیں۔ عمارات درگاہ میں چونکہ یہ عمارت سب سے زیادہ بلند ہی اسلئے اسے بلند دروازہ کہتے ہیں۔ جانبِ شمال تھوڑا سا صحن ہی جسکے شرق میں حجرے بنے ہوئے ہیں چبوترہ پر حضرت مولانا شمس الدین معروف بہ سید احمدؒ جو ایک بزرگ کامل تھے آسودہ ہیں۔

جامع مسجد شاہجہانی

یہ مسجد روضہ شریف کے مغرب میں بنی ہوئی ہی جب شاہجہاں بادشاہ فتح اودے پور کے بعد اجمیر شریف بارادہ زیارت آئے تو ایک وسیع مسجد بنوانے کا خیال پیدا ہوا۔ الغرض جسوقت لاہور میں سریر سلطنت پر بیٹھے تو تعمیر مسجد کے لئے حکم دیدیا۔ اسکی تعمیر میں دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف ہوا اور چودہ سال میں یہ مسجد بنکر تیار ہو گئی۔ طولاً ۷۰ گز شرعی اور عرضاً ۲۰ گز ہے۔ صحن میں پانچ دروازے ہیں۔ ایک جانبِ جنوب دوسرا جانبِ شمال اور تین دروازے مشرق کی طرف ہیں۔ تاریخ تعمیر مسجد یہ ہے "قبلۂ اہل زماں شد مسجد شاہ جہاں"

یہ مسجد نہایت عمدہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہی۔ محراب وسطی میں کلمہ طیبہ سنہری حروف میں لکھا ہوا ہی۔ اور بیرونی محرابوں پر خدا تعالیٰ کے ۹۹ نام کندہ ہیں۔ اور سب سے اوپر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے

شنیدم ز خاصانِ فرخندہ فال — کہ مِیش جابوس ابد اتصال
شہنشاہ دین پرور دین پناہ — فلک قدر شاہِ جہاں بادشاہ
پناہِ امم صاحبِ تخت و تاج — کہ دارد شریعت بعہدش رواج
پس از فتح رانا بعز و جاہ — بدولت در اجمیر زد بارگاہ
بطوفِ مزارِ حقیقت شمار — معینِ جہاں خواجۂ روزگار

نقشہ جامع مسجد شاہجہانی اندرون درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بمقام اجمیر شریف
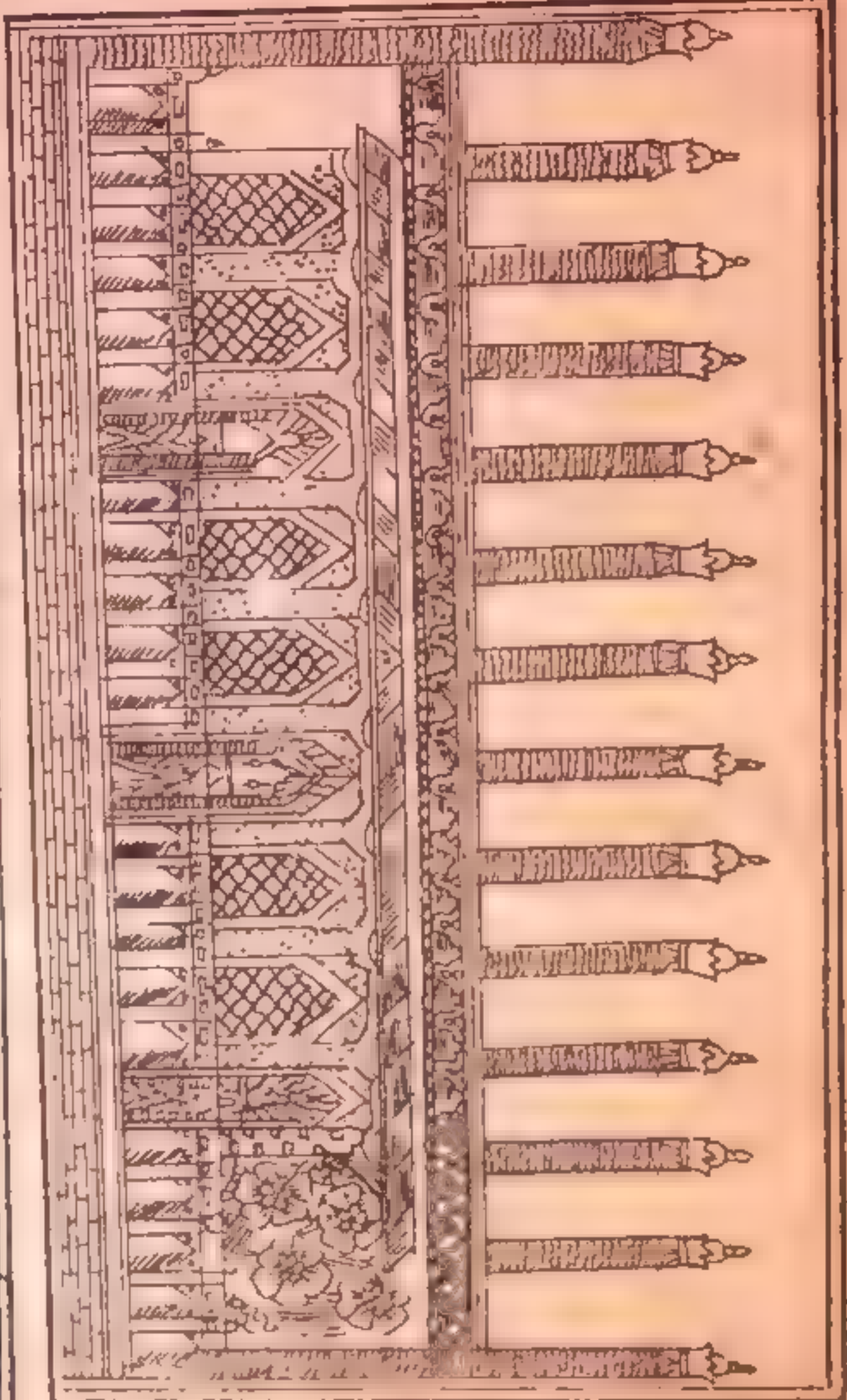
حقایق پناه و معارف مآب — که دادش فلک قطبِ عالم خطاب
در آن روضهٔ پاک مسجد نبود — دلش را تمنائے مسجد فزود
خداوند را باخدا شد قرار — که ماند از و مسجدے یادگار
لبسے بر نیامد ز دورِ فلک — که آں قبله گاهِ ملوک و ملک
چو بنشست بر تختِ شاهنشهی — ز لطفِ الٰہی به فرماندہی
کمر بست چست و قدم بر کشاد — نه از راه و رسم از رهِ اعتقاد
به توفیقِ حق گشت کارش تمام — بنا کرد ایں مسجد و شد تمام
زہے مسجدِ بادشاہِ جہاں — که دارد ز بیت المقدس نشاں
خوشا قدر ایں خانه کز احترام — بود ثانی اثنین بیت الحرام
مقدس حریمے چو قدسِ خلیل — بوصفش زباں وقف ذکرِ جمیل
شمار ند یا کعبه اش توأماں — که دیداست مسجد بایں فرِّ شاں
کند دسته مژگانِ خود آفتاب — که جاروب کش باید ینجا خطاب
نمایاں در و کعبه وقتِ نماز — ز محراب در بر حرم کرده باز
به فرشش گزاری چو روئے امید — شود نامه چوں سنگ مرمر سفید
طلبگار حاجات دل بسته اش — بهار مناجات گلدسته اش
چو شاهِ جہاں در محلِ نماز — به محرابش آید در روئے نیاز
ز توفیق محراب کرد از دو سو — بیک قبله پشت و بیک قبله رو
جہاں را دو چشمند بر روئے زمیں — یکے خانهٔ کعبه و دیگر ایں
نشسته به مسجد شهنشاه دیں — بود کعبه پیوسته مسجد نشیں

اجابت زند بر عبادت نیاز	خوش آنکس کہ آنجا گذارد نماز
تواں کرد بر منبرش جاں سپند	کز اں نام شاہِ جہاں شد بلند
بہ تکلیف مردم برائے نماز	درش چوں درِ توبہ پیوستہ باز
بود خطبہ شاہ تا در خور ستش	زباں ملائک شد منبرش
لب حوضش از آب زمزم پراست	ز محراب با کعبہ ور بر در است
زلالش زہر موضعے در ریغ	بہ قطع تعلق کشیدہ است تیغ
ز سنگش چناں کار پرداز رنگ	کہ گوئی نباشد زیک پارہ سنگ
بہ فرمودہ سایۂ کردگار	چو کرد ایں بنا اقتضا استوار
نوشتند تاریخش اہلِ یقیں	"بنائے شہنشاہ روئے زمیں"

سنہ ۱۲۹۱ھ میں دہلی سے تبرکات نبوی اس مسجد میں لا کر رکھے گئے تو محراب مسجد سے پانی رسنے لگا تھا جسے آنسو کہنا بجا نہ ہو گا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے ہنوز اجمیر میں موجود ہیں۔ جمعہ اسی مسجد میں ہوتا ہے۔

جھالرہ اسی مسجد کے جنوبی پہلو میں ایک گہری جھیل ہے جو جھالرہ کے نام سے مشہور ہے اسے بھی شاہجہاں بادشاہ نے بنایا ہے جسے حوض مسجد کہیے گا سمجھ لیجیے۔ پہلے زمانہ بارش میں نالہ گذھ بٹھیلی اس طرف سے بہتا تھا۔ اور یہی نالہ آگے جا کر ندی کی صورت میں منتقل ہو جاتا تھا اس ندی کو پوندی کہتے تھے جب اکبر بادشاہ نے شہر اجمیر کی فصیل[۵] بنوائی تو اس نالہ کو بازار میش درگاہ کی جانب کاٹ دیا اور بند بندھوا دیا شاہ قلی خاں وجہ اجمیر نے دوسری طرف دہانہ بندی پر اپنی زندگی میں اپنا مقبرہ تعمیر کرایا۔ اب ہزاروں آدمی اس جھالرہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ یہ جھالرہ بہت زیادہ عمیق ہے ضروریات درگاہ میں بھی پانی یہیں سے

[۵] یہ فصیل سنہ ۹۸۰ھ میں پتھر اور چونے کی بنیاد سے تیار ہوئی اس کا عرض جتنا بیس گز ہے ۱۲

صرف ہوتا ہے۔ اسکی ایک بدر رو آستانہ میں ہوتی ہوئی عین بازار میں جا نکلی ہے۔

چلہ حضرت شیخ فریدالدینؒ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے چلہ کشی کی ہے اور جو سلطان محمود خلجی کی مسجد کے پیچھے واقع ہے۔ خانخاناں محمد بیرم خاں نے آپکی شان میں یہ مطلع خوب کہا ہے ؎

کانِ نمک جہان شکر شیخ بحر و بر　　　آں کز شکر نمک کند واز نمک شکر

اِس چلہ میں دور تک تہ خانے سے بنے ہوئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزار خاص کا راستہ ہے۔ اسکا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے صرف ۵ محرم الحرام کو کھولا جاتا ہے۔ مسجد مذکور کی دیوار سے ملحق اور چلہ کے قریب حضرت بایزید خورد اور آپکی اولاد وغیرہ کے مزارات ہیں۔ اُن مزاروں پر چنبیلی کے درخت چھائے ہوئے ہیں بعض ان کو خواجہ صاحب کی ازواج مطہرات کی قبریں بتاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب ؎

چار یار یہ مقام جامع مسجد شاہجہانی سے جانب غرب واقع ہے۔ اس احاطہ میں بکثرت صلحا و فقرا مصروف خواب ہیں۔ انہیں چار مزار اُن بزرگوں کے بھی ہیں۔ جو خواجہ صاحب کے ہمراہ تشریف لائے تھے مولانا شمس الدین صاحبؒ بھی اسی جگہ آسودہ ہیں اور مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی بھی جن کا اعمال مجلس سماع میں اس شعر پر ہوا تھا ؎

گفت قدوسے فقیرے در فنا و در بقا　　　خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

اسی مقام محمود میں مدفون ہیں۔

خانقاہ یہ مقام اکبری مسجد کے قریب جانب جنوب بنا ہوا ہے۔ اسی کو خانقاہ کہتے ہیں۔ رجب کی پانچویں تاریخ تیسرے پہر یہاں قوالی ہوتی ہے۔

دیگ کلاں ۹۷۴ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے چڑھائی تھی تسخیر قلعہ

چتوڑ گڈھ کے وقت عہد کیا تھا کہ بعد فتح پیادہ پا حاضر اجمیر ہو کر ایک بڑی دیگ چڑھاؤنگا
خدا نے اکبر بادشاہ کو فتحمند کیا۔ تو حسب منشا اُسنے فوج کو کوچ کا حکم دیدیا اور خود
پا پیادہ منزل بمنزل طے کرتا ہوا۔ رمضان المبارک روز یکشنبہ ۹۷۵ھ اجمیر پہنچا اور زیارت
سے مشرف ہو کر دیگ چڑھائی۔ دیگ کی تاریخ یہ ہے۔

شاہِ دین پرور و جمشید سریر   خسروِ عہد محمد اکبر
ساخت بے شبہ پئے فتح چتوڑ   دیگ روئیں تن و اژدر پیکر
بہرِ تاریخ ندا از عالمِ غیب   "دیگ چیتور کشا" شد یکسر

اسمیں سو من چاول پک جاتا ہے۔ اس دیگ کا محیط ساڑھے بیرہ گز کے قریب ہے۔
دیگ خورد | چھوٹی دیگ بلند دروازہ کی جانب رکھی ہوئی ہے ۱۰۲۲ھ میں نور الدین محمد جہانگیر
نے آگرہ میں اس دیگ کو تیار کرایا اور درگاہ خواجہ غریب نوازؒ میں لاکر چڑھائی اور کھانا پکوایا جس سے پانچ ہزار
مساکین کا پیٹ بھر گیا۔ چھوٹی دیگ کی تیاری کی تاریخ یہ ہے۔ "بہ بنیاد دائم نعمت دیگ جہانگیری"
کثرتِ استعمال سے دیگیں پرانی ہو گئی تھیں اور جا بجا سوراخ ہو گئے تھے لیکن ۱۲۶۶ھ میں
بلا داری مدار المہام ریاست گوالیار نے سیٹھ لکھمی چند مہتہ کے اہتمام سے دونوں دیگوں کو از سرِ نو
بنوایا۔ دیگوں کے کناروں پر یہ تاریخ کندہ ہے جو جوہر علی صاحب پیرزادہ کی تصنیف سے ہے۔

صرفِ زر بلا داری کرد در تعمیر دیگ   باد نامش در جہاں روشن مثلِ آفتاب
بحضور مہتہ لکھمی چندش نمودہ اہتمام   گفت ہاتف سال تاریخش "جہان شد فیضیاب"

چھوٹی دیگ میں (۸۰) من کھانا پکتا ہے۔ یہ دیگیں ایام عرس میں اکثر پکتی ہیں اور صبح کے وقت ایک
خاص جماعت کھانا لوٹتی ہے۔ لوٹنے والے جسم سے بے انتہا گودڑ باندھ لیتے ہیں اور جب کھانا ذرا
ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو اسمیں کود پڑتے ہیں پھر یہ لوٹ ہوتا ہے۔ گو یہ رسم مناسب [illegible] نہیں ہوتی لیکن ڈھ

وقت ایک عجیب لطف آتا ہے۔

سولہ کھنبہ

شیخ علاؤالدین نے ۱۰۰۰ھ میں یہ مقبرہ سنگ مرمر سے بنوایا ہی۔ وسط مقبرہ میں سولہ ستون ہیں۔ اور اُنکے گرد سنگ مرمر کا جالیدار کٹہرہ لگا ہوا ہی فرش میں سنگ ہائے رنگارنگ کی پچیکاری ہی۔ محراب شرقی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاؤالدین | کہ باد عافیت او بہ خیر ارزانی
جوار مرقدِ آں شاہباز عرش نشیں | کہ زیر مرقد او بیضہ مسلمانی
چو فکر در پے اتمامِ سال کرد خرد | بگفت روضہ مرتب شمر بہ آسانی

سید نظام سقے کا مزار

یہ مزار اولیا مسجد کے متصل واقع ہی۔ قبر کے تعویذ پر منبت کاری نہایت نفیس کیگئی ہی سنگ مرمر کے چبوترہ کے گرد جالیدار کٹہرا ہی۔ پہلے شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں اِس مزار پر شامیانہ زرین کھنچا رہتا تھا لیکن ایکمرتبہ عالمگیر بادشاہ اجمیر شریف آئے اور حاضر درگاہ شریف ہوئے۔ تو نظام سقے کی قبر پر خواجہ صاحب کا دہوکا کھایا۔ لوگوں نے کہا کہ جناب یہ قبر تو نظام سقے کی ہے۔ یہ سنکر شاہ موصوف نے فرمایا کہ "چراغ پیش آفتاب پرتو ندارد" اور قبر پر جو کچھ آرائش تھی لٹوادی۔

یہ نظام وہ ہیں کہ جب نصیرالدین محمد ہمایون بادشاہ نے معرکۂ قنوج کے پاس گنگا کے عبور کا ارادہ کیا تو بادشاہ کا گھوڑا ڈوب گیا۔ اور ہمایوں غوطے کھانے لگا اُسوقت نظام جو اپنی مشک پر سوار تھے بادشاہ کا ہاتھ پکڑلیا اور دریا کے اُس پار اوتار دیا ہمایوں نے نام دریافت کیا۔ جواباً عرض کیا کہ بندہ کو نظام کہتے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کچھ مانگتے ہو مانگو۔ عرض کیا کہ جسوقت حضور آگرہ میں پہنچیں تو نصف روز مجھے بادشاہت کرلینے دیں۔ بادشاہ نے بہ تبسم اس بات کو منظور کرلیا۔ اور آگرہ پہنچکر میاں نظام کو سلطان نیمروز بنادیا۔ عہد نظام کی

یہ بات مشہور ہے کہ مشک کاٹ کر چام کے دام چلائے تھے۔

صندل خانہ

حقیقت میں یہ مسجد ہے جسے سلطان محمود خلجی نے ۸۵۹ھ میں بنوایا تھا اسکی مختصر تاریخ یہ ہے کہ نواح باروتی کے مسلمانوں نے ایک مرتبہ عرض کیا تھا کہ اجمیر میں اگر کوئی عالیشان مسجد بنوا دی جائے تو اسلام کفر پر غالب آئے سلطان محمود خلجی فوراً اجمیر پہنچا اس وقت گجادھر، نامی ہندو کی طرف سے اجمیر میں قلعہ دار تھا۔ پانچ دن کے عرصہ میں تیار ہو کر قلعہ سے باہر آیا۔ پے در پے حملے ہوئے، راجپوتوں کے کشتے کے پشتے لگ گئے۔ آخر گجادھر مارا گیا اور لشکر اسلام نے فتح پائی محمود خلجی نے سجدہ شکر ادا کیا، اور مسجد بنوا دی یہ مسجد روضہ عالی کی شمالی دیوار سے ملحق ہے۔ دیواریں سنگی ہیں چھت سنگین اور سنگ مرمر کا فرش ہے۔ چونکہ اب یہاں صندل گھسا جاتا ہے اسلئے یہ مقام صندل خانہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ یہ وہ مقام متبرک ہے جہاں خواجہ غریب نواز عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ چنانچہ مسجد میں اب تک نشان حجرہ موجود ہے۔

صحن چراغ

درگاہ شریف کے شرقی حصہ میں جو دالان بنے ہوئے ہیں ان میں دو خشتی پختہ حجرے بنائے گئے ہیں دالان کے صحن میں یک ہشت پہل چبوترہ بشکل گنبد بنی ہوئی ہے، جس میں شمعدان کا فیل سوز قد آدم زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ صحن چراغ اکبر کے زمانہ میں قلعہ چتوڑ گڑھ سے لا کر چڑھایا گیا تھا

کرناٹکی دالان

روضہ شریف کے مقابل جانب جنوب یہ دالان بنا ہوا ہے جسے نواب والاجاہ رئیس کرناٹک نے بنوایا ہے، جب ۱۲۰۰ھ میں یہ دالان بنکر تیار ہو گیا تھا۔ اب اسمیں صبح و شام نوبت ہوتی ہے۔ یہ قطعہ محراب دالان پر کندہ ہے

در حضور خواجہ ہر دو جہاں
معین الدین شہنشاہ بندگاں

چوں امیر الہند کانِ عدل و داد — بحرِ جود و آسمانِ اعتقاد
یعنی آں نوّاب والا مرتبت — نام والا جاہ عالی منزلت
کامرانِ ملک کرناٹک بود — بندۂ خاصِ خدا بیشک بود
از خلوصِ نیّت و صدقِ عقیدت — بر نہادہ کرسیٔ جائے لطیف
تا بیا سایند مردم اندریں — موجبِ برکات باشد بالیقیں
گفت چوں تعمیر والا جاہی است — ہم نبایش موقفِ للّٰہی است
سال تعمیرش ز دل کردم طلب — وجد در خود کرد دل وا کرد لب
سال تاریخش بجود رایں دعا — باد دائم قائم ایں فرخ بنا
از جلوس شاہ پنج و سی طلب — شد مرتّب در مہ پاکِ رجب

اسی سمت ملحق ایک سبیل ہے جو نواب مذکور ہی کی تعمیرات سے مشہور ہے۔ اسی دالان کے سامنے پایان روضۂ انور دروازۂ جنوبی کے پہلو سے ملحق دو سنگ مر مر کے موٹے ہیں جن میں حضرت معین الدین خُرد شیخ بایزید حضرت قیام الدین بابر بالؒ اور شیخ بدھ مخاطب بہ بیبہ الملک نبیرگان حضرت خواجۂ بزرگ آسودہ ہیں۔

لنگرخانہ درگاہ شریف کے شمال میں ایک دالان بنا ہوا ہے اور صحن میں ایک چھتری ہے دالان مذکور کے ایک در میں آہنی کڑھاؤ چڑھا ہوا ہے جس میں صبح و شام جو کا لنگر پکتا ہے۔ اور غربا کو تقسیم ہو جاتا ہے۔

مزار خواجہ فخر الدین روضہ کے جانب شرق و جنوب دو حجرے ہیں۔ جن میں حضرت فخر الدین مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ اور اُنکی بیوی کے مزارات ہیں۔ جب علیا حضرت جہاں آرا بیگم نے بیگمی دالان بنوایا تو ان دونوں مزاروں کے

سلہ یہ عہدہ خطاب رئیس کرناٹک کو شاہ عالم بادشاہ دہلی کی طرف سے عطا ہوا تھا ۱۲

تعویذوں کو زمین دوز کرادیا ہر سال ۲۵ رجب المرجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت فخر الدینؒ کے تین صلبی فرزند تھے۔ بڑے حضرت مسعود چھوٹے بہلولؒ تیسرے حضرت اسمعیلؒ۔ ان حضرات کے مزارات بیگمی دالان کے سامنے بنے ہوئے ہیں جہاں اب فرش ہموار کرکے صرف سنگ ابری کے تعویذ بنادئے گئے ہیں۔ انہیں کی اولاد میں یہاں کے خدام ہیں جنکی تعداد کسی وقت گیارہ سو تک تھی۔ اور اب پانچ چھ سو کے قریب ہے۔ یہی لوگ زائرین کو زیارت کراتے ہیں اکبر بادشاہ اور نور الدین جہانگیر بادشاہ کے زمانہ سے چھ ہزار روپیہ کی جاگیر بطور معاش ان کے نام وقف ہے اور اس وقت تک بحال ہے۔

مزار خواجہ حسین شاہجہانی مسجد کے پچھم میں یہ مقبرہ بنا ہوا ہے جو سنہ میں تعمیر ہوا ہے اسمیں حضرت خواجہ حسینؒ اجمیری آسودہ ہیں اس مقبرہ کا نقشہ بعینہ خواجہ صاحبؒ کے روضہ کے مطابق ہے ساز و سامان میں فرق ضرور ہے۔ صرف مزار کے گرد سیپ کا نایاب چھپر کھٹ بنا ہوا ہے یہ مقبرہ عہد شاہجہانی میں باہتمام سید دلاور تیار ہوا۔ محراب دروازہ پر یہ کندہ ہے۔

شد از توجہ ہادی و مرشدی و حسین	شہنشہ دو سرا خواجہ معین الدین
بنائے مقبرہ با صفت خواجہ حسین	بلفظ غرشد و سال تمت این

مزار شاہ قلی خاں احمد تقی بخش الخطاب بہ شاہ قلی خاں عہد اکبر بادشاہ میں منصب تین ہزار یا نصدی پر مامور تھے انہوں نے اپنی حیات میں یہ مقبرہ تیار کرایا تھا۔ لیکن آگرہ میں انتقال کیا اور یہاں دفن ہونا میسر نہ آیا۔ عہد شاہی میں یہ اجمیر کے صوبہ دار تھے۔ اجمیر شریف سے کوس بھر کے فاصلہ پر جانب شرق ابتک یہ باغ ان کی یادگار باقی ہے جس کو لوگ میر شاہ علی کہتے ہیں اس مقبرہ کو بنے ہوئے کچھ کم تین سو سال گذر چکے ہیں۔ فرش ستون اور دیواریں سنگ مرمر کی ہیں۔ گنبد لداؤ کا ہے۔ اور مرمری کٹہرہ لگا ہوا ہے۔

حجرہ بی بی حافظ جمال

یہ حجرہ روضہ شریف کی دیوار سے ملحق سمت جنوب بنا ہوا ہے اسمیں حضرت خواجہ غریب نواز کی صاحبزادی آسودہ ہیں۔ غالباً یہ حجرہ روضہ شریف کیساتھ ہی تعمیر ہوا ہے۔ آپکے مزار پر سنگ مرمر کے تعویذ سنگ بری طلائی لسنیہ اور فیروزہ کی پچیکاری ہے کمخواب تمامی و مشجر کے قبرپوش اور زیر پھولوں کی چادریں پڑی رہتی ہیں حجرہ کا دروازہ کمانی دار بنایا گیا ہے۔ اسکے سامنے دو چھوٹی چھوٹی قبریں آپکے صاحبزادوں کی ہیں۔ جو صغر سنی میں فوت ہوگئے تھے آپکے شوہر حضرت شیخ رضی الدین تھے جنکا مزار ناگور سے ایک کوس پر کنار حوض منڈھولا واقع ہے۔

حجرہ حورالنسا بیگم بنت شاہجہان

۱۹ - ماہ جمادی الاول ۱۰۲۵ھ بروز چہارشنبہ حورالنسا بیگم نے انتقال کیا اور پس دیوار روضہ غریب نواز اس حجرہ میں دفن ہوئیں مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اسکے کواڑ بھی سنگ مرمر کے تھے۔ تعویذ قبر عقیق یمنی کی ایک بیش بہا تختی لگی ہوئی ہے عام لوگ اسمیں پیسے اور کوڑیاں پھینکتے تھے اور وج سے ٹوٹ جانیکا اندیشہ تھا۔ اس لئے اب تیغہ لگا دیا گیا ہے اور جالیاں بھی بند کردی ہیں۔

نقارخانہ شاہجہانی

یہ نقارخانہ ۱۰۴۰ھ میں شاہجہاں بادشاہ نے بنوایا ہے بلند دروازہ کے سامنے واقع ہے۔ اسکا دروازہ سنگ سرخ سے بنا ہوا ہے اور اندر باہر سنگ مرمر کا فرش ہے اسمیں نقاروں کی عمدہ عمدہ جوڑیاں رکھی ہوئی ہیں ایک جوڑی بہت بڑی ہے جسکو اکبر بادشاہ چتوڑ گڈھ کے قلعہ سے لائے تھے اس نقارخانہ میں صبح و شام دوپہر اور آدھی پچھلی رات کو نوبت بجا کرتی ہے دروازہ کی محراب پر بخط جلی کلمہ طیبہ اور یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

بہ عہد شاہجہاں بادشاہ دین پرور — زدود ظلمت کفر آفتاب دین پرور

صدر دروازہ جدید یا حضور نظام کا نقارخانہ

یہ نقارخانہ صدر دروازہ درگاہ شریف سے آگے ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء بتقریب تشریف آوری حضور نواب میر محبوب علیخاں صاحب بہادر والی ملک دکن (خلد اللہ ملکہ) بنا ہوا ہے تقریباً تین سال تک کام تعمیر جاری رہا اور تخمینہ بیس ہزار روپیہ اسکی تیاری میں صرف ہوا۔ اسمیں پنجوقتہ نوبت بجتی ہے اور گھڑیال ہر وقت گھنٹہ بجاتا ہے آدھی رات کے وقت اس نقارخانہ میں نوبت کی گمک نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے جسکے سننے سے رات کو [illegible] دلکو نہایت حظ حاصل ہوتا ہے

دروازہ کی بلندی ۸۰ فٹ چوڑائی معہ روبہ سہ ردہ دالان ۱۵ فٹ دالان ۴۴، ۴۴ فٹ کے ہیں محراب
کی چوڑائی ۱۰ فٹ ہے نظام دکن کی جانب سے یہ منتظم ایک منشی دو چپراسی دو گھڑیالی چھ شہنائی نواز نقارچی
وغیرہ اکیس اشخاص کو پانچسو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے اس صدر دروازہ کا نقشہ تبرکاً ماخوذ ناظرین کتاب کے شروع میں چھاپا ہی

مجلس خانہ یا محفل خانہ

درگاہ شریف کے درجہ دوم میں یہ ایک نہایت وسیع و عظیم الشان دالان ہے
جو میر حفیظ علی مرحوم متولی آستانہ کے اہتمام سے ۱۲۶۶ھ میں تعمیر ہوا ہی تخمیناً چھ ہزار روپیہ اسکی تعمیر میں
درگاہ شریف سے صرف کیا گیا ہی۔ اب اسمیں بڑے بڑے جھاڑ بلوری آویزاں ہیں۔ جو غلافوں سے ڈھکے رہتے ہیں

مجلس خانہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی بمقام اجمیر شریف
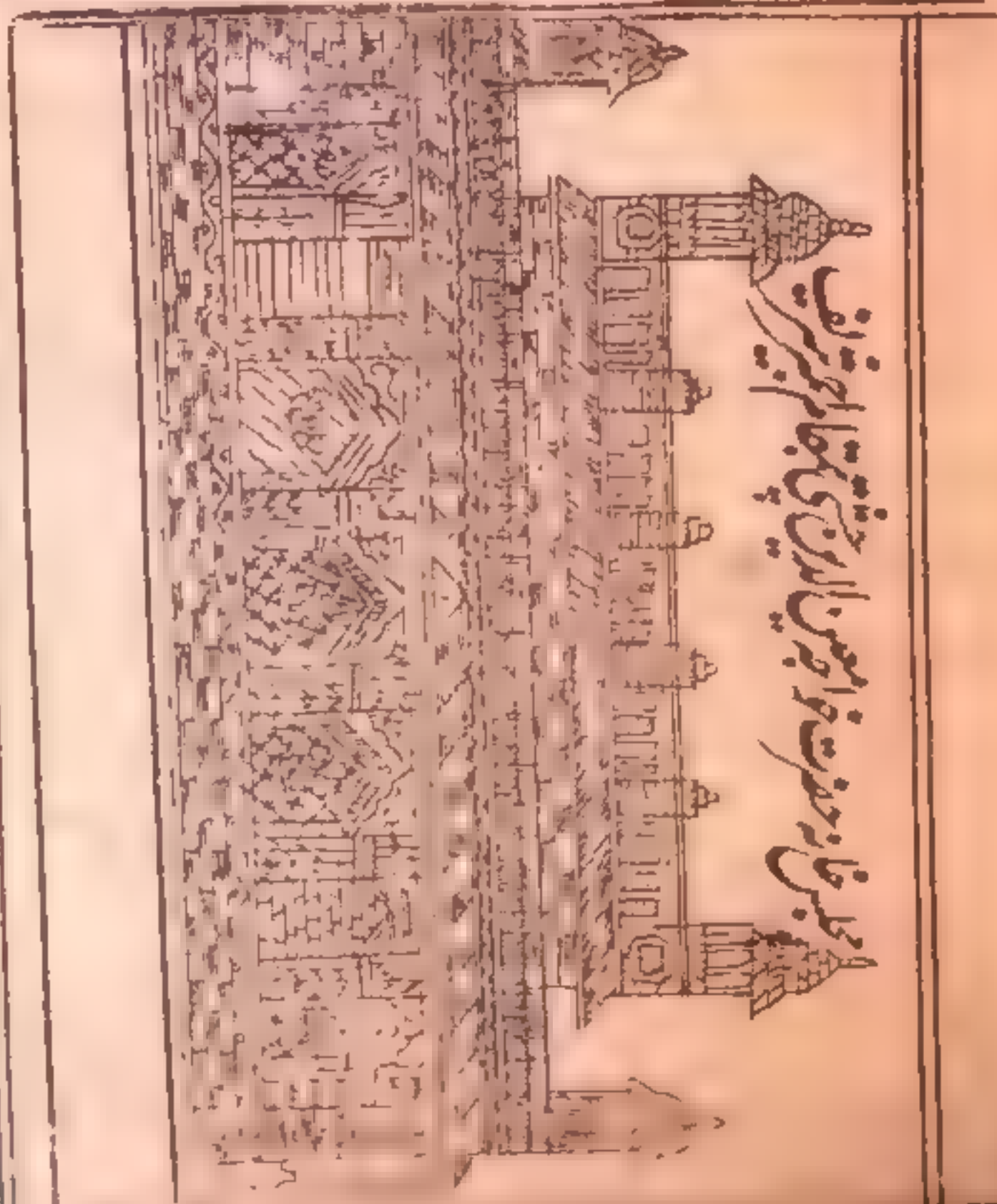
ہیں۔ ایام عرس میں کھلتے اور روشن ہوتے ہیں۔ انہیں نو میں یہاں مجلس قوالی ہوا کرتی ہے اسکے آگے ایک دالان
ہے جو سبیل دروازہ کہلاتا ہے اسکے پہلو میں ایک مختصر سٹی پوش دالان ہے اُسکے سامنے ایک پختہ حوض بنا ہوا ہے۔ اسکی شمالی
حصہ میں سنگ مرمر کا ایک چبوترہ ہے جس پر شاہ نصیر الدین کا مزار ہے انہیں کے متصل مولانا کافی کا مزار ہے۔

متفرقات | درگاہ شریف میں علاوہ مزارات مذکورہ کے اور بہت سے مزار ایسے ہیں جنکا حال معلوم نہیں
بعض کے متعلق اکثر تواریخ میں کچھ حالات درج ہیں مثلاً میر حیدر دارا شکوہ کے امرا میں سے تھا سنہ ۱۰۶۹ھ میں بمقام
تاراگڈھ عالمگیر کی فوج کے مقابلہ میں قتل ہوا روضہ شریف کے شرقی حصہ میں دفن ہے۔ اسی کے قریب شاہنواز خاں
جو اسی لڑائی میں فوج دارا شکوہ کے ہاتھ سے قتل ہوا عالمگیر بادشاہ نے دونوں کو باحترام تمام یہاں دفن کیا انکے
مقبروں پر گلکاری ہو رہی ہے قریب چھتری دروازہ میرزایان مندسور کے مزار ہیں جو مہاراجہ جی سندھیا اور دولت راؤ سندھیا کیطرف
سے حاکم اجمیر تھے۔ ان میں سے مرزا عادل بیگ نامی میر تقا سنہ ۱۲۱۸ھ میں فوت ہوا۔ یہ مزار پر تاریخ کندہ ہے۔

تسع عشرین مہ شوال دراں دم بودہ | داخلِ رحمت حق گشت بفضل آسودہ
ہاتفِ غیب ز تاریخ چنیں فرمود | میرزا عادل با عدل بہ خلد آسودہ

روضہ شریف کے شرقی حصہ میں بہت سے درخت ہیں انہیں میں ایک بڑ کا درخت ہے جو بہت پرانا ہے اس
کے پہلو میں ایک سنگین ستون لگا ہوا ہے جو کسی بتخانہ سے لایا گیا ہے۔ عوام اسکی جڑ میں دودھ ڈالا کرتے ہیں۔ بڑ کے
متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ جوگی جےپال نے جب حضرت خواجہ غریب نواز کی طرف ایک خونخوار سانپ پھینکا تو
آپ نے اُسے مار کر یہاں دفن کر دیا۔ چند روز کے بعد اُس جگہ یہ درخت اُگ آیا۔ اسکی تاثیر اب تک قائم ہے کہ جس
کسی کو سانپ کاٹے اُسے اس درخت کی پتیاں پیسکر پلا دینے سے زہر اثر نہیں کرتا۔

متعلقات درگاہ شریف (بہ ترتیب حروف تہجی)

پھول محل | درگاہ بازار میں موتی کٹرہ کے شمالی جانب جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ کا
یہ محل بنا ہوا ہے جس کے اب صرف نشانات باقی ہیں۔ اور کسی شان کا پتہ نہیں ملتا۔

درگاہ بازار ۹۸۰ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اس بازار کو تعمیر کرایا۔ اسمیں دو رویہ پختہ لداؤ کی دوکانیں ہیں جسمیں ہر قسم کے دوکاندار بیٹھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عہد اکبر میں یہاں مینا
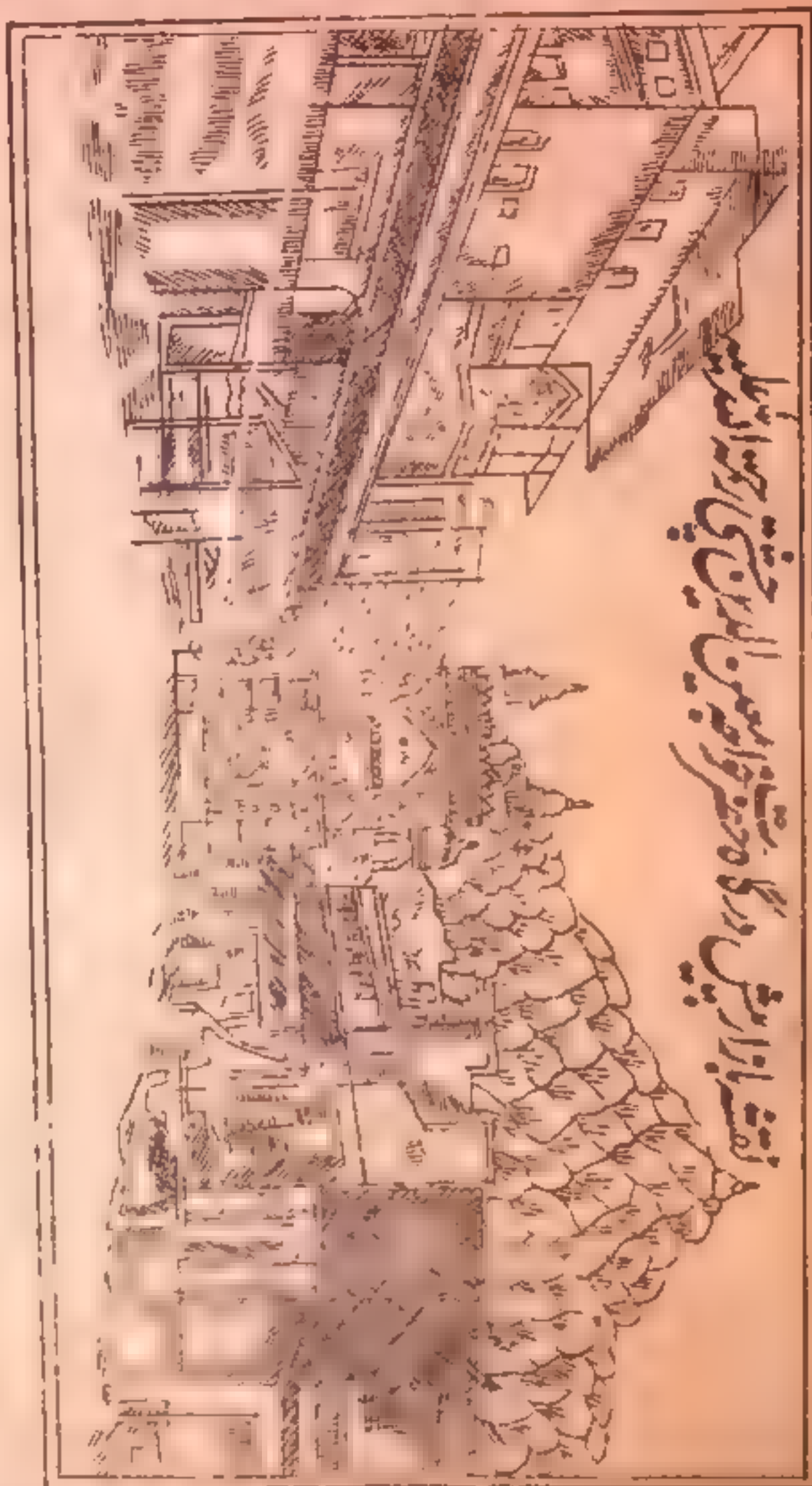
بازار لگایا جاتا تھا۔ بیگمات اور شہزادیاں سودا خریدتی تھیں۔ کپتان ریٹن صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر
اجمیر نے دوکانوں پر برآمدے اور کمرے بنوا دیے ہیں۔ جس سے اگرچہ دوکانیں بلند ہو گئی ہیں پہلے
اِن دوکانوں کے اندر میں ہو کر دولتخانہ شاہی تک راستہ تھا جب بیگمات شاہی بازار لگانے
آتیں تو دوکانوں میں پردہ ڈالکر دوکاندار باہر آ جاتے اور اندر ہی اندر پیادہ پا چلی آتیں اور اسیطرح واپس چلی جاتیں

درگاہ برہان الدین قتال

درگاہ بازار میں بھول محل کے گوشہ شمال و مشرق بطرف واقع
ہے محوطہ کے اندر ایک گنبد چونہ کاری کا بنا ہوا ہے جس میں حضرت برہان الدین قتالؒ اور انکی زوجہ محترمہ مدفون ہیں
آپ کا عرس شریف ۱۲ رجب کو ہوتا ہے۔ قریب گنبد ایک کنواں سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے جنوب کیطرف ایک دالان
شکستہ پڑا ہے چونکہ آپکا مزار عطر سازوں کے محلہ کے قریب ہے اس سبب سے جو عطر ساز نیا عطر بناتا ہے وہ
پہلے آپ کے مزار پر چڑھا کر لیجاتے ہیں اسلئے آپکا مزار ہر وقت مہکا رہتا ہے۔

ڈھائی کی مسجد یا ڈھائی دن کا جھونپڑا

کسی زمانہ میں راجہ اندر سین نے شہر گڑھ بیٹلی میں یہ ایک مندر بنایا تھا۔ اسمیں ہندو دیوتاؤں اور قسم قسم
کے جانوروں کی صورتیں بہت ہی خوبصورت تراشی ہوئی رکھی تھیں جب ۵۹۵ھ میں سلطان شہاب الدین
غوری اجمیر آئے تو بت شکنی کر کے بتکدہ کو مسجد بنا دیا۔ بتوں کی صورتیں مسخ کردیں۔ غربی دیوار کے وسط
میں ایک سنگ مرمر کی محراب بنوا کر اسمیں تاریخ بنا یہ لکھوائی "بناقی الحادی والعشرین جماد الآخر
خمسۃ وتسعین وخمسمائۃ" اور دروازہ پر جو یہ عبارت لکھی ہوئی تھی "بنائی تولیت ابوبکر بن احمد جل
بالفضلہ بتاریخ ذی الحجہ ستہ وتسعین وخمسمائۃ") بعہد شاہ شمس الدین میں یہ بتکدہ بالکل تبدیل ہو گیا
اور ۶۱۲ھ میں سنگ سرخ کی چہار دیواری بنائی گئی۔ وسط میں تین تین برجیاں بیچ میں بڑا گنبد قائم کیا گیا اور
محراب وسطی کے بازوؤں پر سنگ سرخ کے ستون لگے ہوئے ہیں اگرچہ درحقیقت بھی مع صحن
انتہائی ہیبتناک کی محراب ۵۲ فٹ بلند ہے۔ چہار کی دیواریں ۳۵ فیٹ اونچی ہیں صحن کے آگے دو دروازے

ڈھائی دن کی مسجد بمقام اجمیر شریف
جسکو ڈھائی دن کا جھونپڑا بھی کہتے ہیں
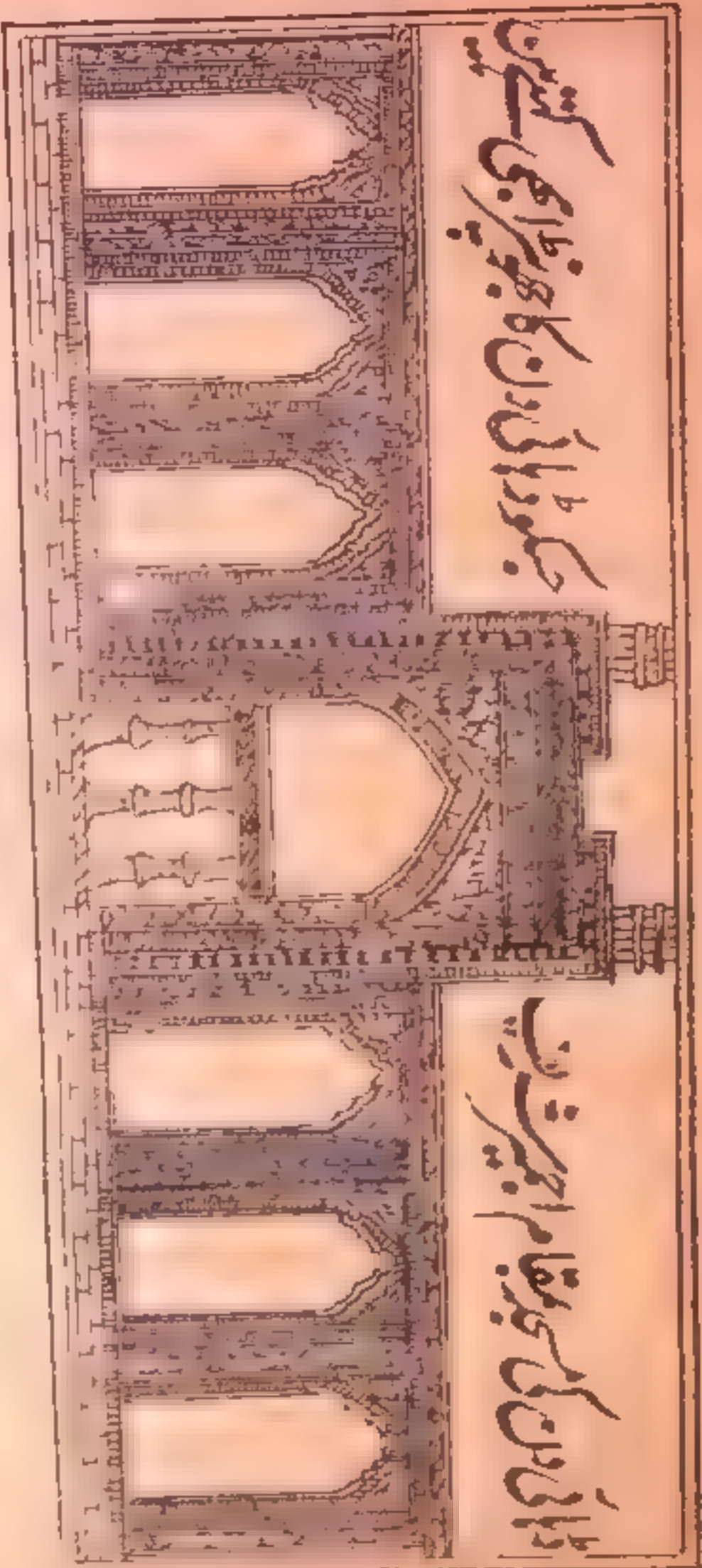
آمد و رفت کیلئے بنے ہوئے ہیں۔ محمد عارض کے اہتمام سے علی احمد معمار نے اس مسجد کو تعمیر کیا ہے
پختہ سرکار دولتمدار کی طرف سے سنہ ۱۲۵۲ھ بصرف زر کثیر اسکی مرمت ہوئی۔ اس مسجد کی دائیں محراب پر سورہ
انا فتحنا اور بیچ میں لیبر بائیں محراب پر سورہ تبارک اور وسطی محراب پر یہ کتبہ بخط طغرائے جلی کندہ ہے۔

"امر بھذہ العمارت السلطان العادل المعظم والخاقان الاعظم ملک الترک شہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم
مولی ملوک العرب الترک والعجم ظل اللہ فی العالم شمس الدنیا والدین غیاث الاسلام والمسلمین۔
تاج الملوک السلاطین قامع الکفرۃ والملحدین قاہر الظلمۃ والمشرکین ناصر الاسلام علاء الدولۃ القاہرۃ
والملۃ الباہرہ مالک البر والبحر سلطان الشرق المؤید من السماء المظفر علی الاعداء ابو المظفر التمش السلطان
معتمر خلیفۃ اللہ ناصر امیر المومنین اعلی اللہ فی کل شانہ واظہر فی کل ساعتہ برہانہ واکتبہ فی العشرین من ربیع الآخر سنہ"

اس مسجد کے نام کے متعلق بہت سی بے سر و پا روایتیں مشہور ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں بعد
تعمیر مسجد اکثر فقرا آ آکر ٹھہرتے اور ایک دو روز ٹھہر کر پھر روانہ ہو جاتے تھے اس لئے اسے ڈھائی
دن کا جھونپڑا کہتے ہیں۔ ورنہ در اصل یہ مسجد سلطان شمس الدین التمش کی ہے۔ مورتیں اب بھی مسجد کے
ایک پہلو پر چنی ہوئی رکھی ہیں جن کی مسخ شدہ صورتیں دیکھ دیکھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔

مسجد سید محمد کا مینا عہد عالمگیر میں یہ مسجد درگاہ بازار کی دو دکانوں کی چھتوں پر سید محمد نے بنوائی
تھی۔ جو کتبے اس کی محراب اور طاق مسجد پر کندہ ہیں وہ اس کے معلوم نہیں ہوتے شاید کہیں اور
سے لا کر لگائے گئے ہیں، اس لئے اُن کا درج کرنا فضول ہے۔

مسجد میا بائی یہ مسجد درگاہ بازار کے وسط میں شرقی رخ یہ دو دکانوں سے ملحق ہے اور سنگ
سرخ سے بنائی گئی ہے۔ اسکے پانچ عالیشان دروازے ہیں۔ اندر صندل لگا
ہے اور فرش سنگین ہے۔ مسجد کے صحن میں جانب شمال ایک پختہ کنواں ہے اور جانب جنوب
حجرے بنے ہوئے ہیں سنہ ۱۰۵۳ھ میں میا بائی نے اسکو تعمیر کرایا۔

مسجد شاہجہانی

درگاہ بازار کے شمال میں فصیل شہر و دہلی دروازہ سے متصل یہ مسجد سنگ سُرخ سے بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے تین در ہیں پہلو میں حجرے بنے ہوئے ہیں۔ یہ مسجد زمانہ شاہجہاں کی عمارت سے بالکل مشابہ ہے اور اُسی عہد کی یادگار ہے۔

منفصلات درگاہ شریف

مقامات متعلقہ شہر اجمیر شریف (بترتیب حروف تہجی)

تاراگڈھ

یہ ایک بہت بڑا قلعہ ہے جو اجمیر شریف کے جنوب میں پہاڑوں پر واقع ہے۔ اور راجہ پتھورا نے اسے بنوایا ہے۔ یہ زمین سے آٹھ سو فیٹ بلند ہے۔ اسے بٹھلگڈھ بھی کہتے ہیں یہ قلعہ سنگ سرخ سے بکمال استحکام بنایا گیا ہے ۹۵ھ میں ولید بن عبد الملک مروانی بادشاہ شام و عرب نے جب ہندوستان پر حملہ کیا اور تمام سندھ میں عمل کر لیا تو سپہ سالار افواج محمد بن قاسم نے بعد فتح سندھ اجمیر پر چڑھائی کی اس وقت دودھا راے نے مقابلہ کیا اور مع اپنے فرزند کے مارا گیا۔ اور یہ قلعہ اول صدی ہجری میں فتح ہو گیا۔ اب یہاں انگریزی فوج رہتی ہے۔

تالاب بیسلہ اجمیر کے شرقی حصہ میں ریلوے اسٹیشن کے قریب یہ تالاب واقع ہے اسے بیسل دیو نے بنایا تھا۔ پہلے اسکے چار طرف بتخانے تھے جنہیں سلطان محمود غزنوی نے مسمار کر ڈالا اس تالاب میں چند پتلیاں ایسی بنائی گئی تھیں کہ جب پانی اُن کے منھ تک پہنچتا تو فوارا چھوٹنے لگے یہ پتلیاں مرہٹوں کی عملداری تک موجود تھیں۔ لیکن اب کوئی باقی نہیں وسط تالاب میں دو ٹیلے تھے۔ جن پر جہانگیر بادشاہ نے مکانات بنوائے تھے۔ تالاب کا فرش سنگین تھا لیکن اب نہ وہ فرش ہے نہ مکانات صرف تالاب باقی ہے۔ جو بیضوی شکل کا ہے۔ برسات میں اسمیں اکثر پانی بھر جاتا ہے ورسادہ دنوں میں خشک پڑا رہتا ہے۔

نقشہ تالاب بیسلہ بمقام اجمیر شریف

تالاب پُشکر

یہ تالاب جنوبی شکل کا بنا ہوا ہے جسے پُھکرا اور پوکر بھی کہتے ہیں اجمیر سے تین کوس کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے۔ یہاں مندر وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ اور پشکر ہندوں کا ایک تیرتھ گاہ ہے۔ اس تالاب کے شمال میں پہاڑ تساگر جنوب میں نیلگری مشرق میں کٹ کاکتر اور مغرب میں سوناگور واقع ہے۔ چاروں طرف گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس تالاب کے جنوبی کناروں پر اکبر بادشاہ نے ایک محل بنوایا تھا جس کے اب صرف نشانات باقی ہیں۔ اور عالمگیر نے ایک بڑے مندر کو توڑ کر یہاں ایک وسیع مسجد سنگ سرخ کی بنوائی تھی مسجد اب تک باقی ہے۔ تالاب ۱۲ گز گہرا اور ڈیڑھ کوس مدور ہے یہاں سالانہ ایک میلہ ہوتا ہے جس میں گھوڑے اونٹ بیل وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔
یہاں سب سے بڑی عمارت برما کا مندر ہے جس کو گوکل پارکھ خزانچی مہاراجہ سندھیا نے ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ صرف کرکے بنوایا ہے۔

تالاب آناساگر

اس تالاب کو بنے ہوئے قریباً آٹھ سو برس ہو گئے۔ آنا دیو نے اس کا بند بندھوا کر اپنے نام سے نامزد کیا تھا۔ موسم بارش میں اس کا دور چھ میل سے زیادہ ہوجاتا ہے طول چھ سو گز اور عرض سو گز ہے۔ اسکے مشرقی اور جنوبی کنارہ پر بہت عمدہ گھاٹ اور باغ بنے ہوئے ہیں جو سمت ۱۹۰۵ میں بزمانہ قحط بنے تھے۔

نقشہ تالاب اناساگر بمقام اجمیر شریف

چلّہ بی بی حافظ جمال

تارا گڈھ سے جانب شرق پہاڑوں میں یہ مقام بنا ہوا ہے جہاں دختر حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے چلّہ کشی کی تھی۔ ہر سال ۱۹۔ رجب کو یہاں میلہ ہوتا ہے۔ اعتکاف عبادت کے لئے نہایت یکسو مقام ہے۔

چلّہ پیران پیر دستگیر

ایک شخص سید سونڈا بغداد شریف جاکر حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ کے مزار اقدس کی اینٹ لے آیا تھا۔ اور وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو میری قبر کے تعویذ میں اس اینٹ کو رکھ دینا۔ وہ اینٹ اس قبر میں چنی ہوئی ہے۔ ورنہ پیران پیر دستگیرؒ نے یہاں چلّہ کشی ہرگز نہیں کی ہے۔ پہلے نواب جمشید خاں مرحوم نے جو نواب امیر خاں مرحوم والی ٹونک کے مصاحبین میں سے تھے دالان در دالان بنوایا۔ پھر شیخ اصغر علی متولی چلّہ نے گنبد مسجد اور صحن پختہ بنوایا۔ پھر حکیم ارشاد علی جاگیردار اور متولی چلّہ نے قریب دروازہ ایک پختہ گہرا حوض بنوایا اور پہلو میں دالان بنوائے۔ ہر جمعرات کو یہاں روشنی ہوتی ہے۔ اور ۹ ربیع الآخر سے گیارہ تک میلہ ہوتا ہے۔ یہاں سے سارا اجمیر بخوبی نظر آجاتا ہے۔

چلّہ سالار غازیؒ

سالار غازی سالار ساہو کے بیٹے تھے جن کو سلطان محمود غزنوی کی بہن بیاہی تھیں جب سن تمیز کو پہنچے سدا بہار پہاڑی کی چوٹی پر معتکف ہو گئے۔ سنگین گنبد میں سنگ سرخ کا ایک چبوترہ بنا ہوا ہے اور سنگ مرمر کی قبر ہے جس کے سرہانے ایک سنگ مرمر کی چوکی رکھی ہوئی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس مزار میں کون بزرگ مدفون ہیں۔

چلّہ خواجہ غریب نوازؒ

یہ چلّہ بھی سدابہار پہاڑی پر نہایت خوشنما بنا ہوا ہے۔ پہلے پہل خواجہؒ صاحب نے یہیں گوشہ نشینی کی تھی۔ یہاں پر ایک گنبد بنا ہوا ہے جس میں ایک تختِ سنگین رکھا ہوا ہے جس پر بیٹھکر آپ یادِ خدا میں مصروف رہا کرتے تھے ۱۰۳۶ھ میں مہابت خاں صوبہ دار اجمیر کے شقدار دولت خاں نے چلّہ کے سامنے ایک محوطہ سنگین بنایا دروازہ پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بہ زمانِ شہ رفیع القدر — حامیٔ شرعِ دین شہاب الدین

رونقِ عدل وجود داد جہاں — کہ بنازد از و زمان و زمین

گشت والی صوبۂ اجمیر — خانِ خاناں بعزت و تمکین

پاک دین پاکباز دولت خاں — بود شقدار او بہ رسم امین

ساختہ این مکانِ چلّہ چشت — تا بود یادگار او بہ زمین

سالِ تاریخ طالبی گفتہ — سی و ہفت و ہزار بود سنین

چلّہ قطب صاحب

اسی پہاڑ کے شرق میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا چلّہ بنا ہوا ہے جب اجمیر شریف آتے اس جگہ مصروف عبادت رہتے۔ مولانا شمس الدین مرید مولوی فخرالدین صاحب دہلوی نے ۱۱۹۰ھ میں تین در کی یک مسجد پختہ یہاں بنوائی جس کا گنبد لداؤ کا بنا ہوا ہے۔ کتبہ جو کندہ ہے وہ محو ہوگیا ہے صرف یہ یک شعر بدقت پڑھا جاتا ہے ؎

از پئے تاریخ سالش ہاتف [illegible] — داد پاسخ گو حق خدا [illegible] رب مجیب

چلّہ کے نیچے صحن کے دوسرے درجہ میں محمد شاد خاں صاحب نواب امیر خاں والیٔ ٹونک

کی قبر ہے۔ محوطہ کے غرب میں پانچ در کی ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو محمود خاں نائب محمد شاہ خاں نے ۱۱۳۹ھ میں تعمیر کی۔ سنگ مرمر کی لوح میں یہ کتبہ کندہ ہے ؎

بناکرد محمود عالی نگاہ — مزارِ محمد شہِ دین پناہ
زتاریخ تعمیر گوید لطیف — زہے مقبرہ مسجد و خانقاہ

۱۲۔ ربیع الاوّل سے ۱۴ تک یہاں میلہ ہوتا ہے۔

چلّہ شاہ مدار

یہ چلّہ اجمیر شریف کے مشرقی پہاڑ پر واقع ہے جہاں حضرت سید بدیع الدین مکن پوری عرف شاہ مدارؒ کا چلّہ بنا ہوا ہے اس کی اونچائی تخمیناً سات سو فیٹ ہے۔ گنبد پختہ اور آگے پانی کا حوض بنا ہوا ہے۔ حوض کے آگے ایک چھتری جمن جتی کی جو حضرت شاہ مدار کے مریدین میں سے تھا بنی ہوئی ہے۔ ۱۰۔ جمادی الاوّل کو یہاں میلہ ہوتا ہے مدار صاحب کا مزار مکن پور میں ہے اور قصبہ آپ کے نام سے میراں کی سرائے کہلاتا ہے۔

دولت خانہ اکبر بادشاہ

یہ محل ۹۷۸ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے بنوایا تھا۔ اجمیر کی فصیل شہر کے شرقی حصّہ سے ملحق ہے اور یہ بھی بذاتِ خود ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ چار دیواری میں چار برج ہیں اور ہر برج میں ایک ایوان۔ محل کا صدر دروازہ غرب رویہ ہے اور اسکے آگے ایک وسیع صحن ہے جہاں کسی زمانہ میں باغ تھا۔ مرہٹوں کے زمانہ میں یہاں صوبہ رہتا تھا۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے یہ مقام برٹش گورنمنٹ نے بطور میگزین منتخب کیا تھا لیکن اب صرف سرکاری دفتر تحصیل اور عملہ پولیس وہاں رہتا ہے۔ اور ایک ایوان میں مجسٹریٹ صاحب کی عدالت ہے

دولت خانہ شاہجہانی

شاہجہاں بادشاہ نے یہ عمارت لب آنا ساگر شرقی باندھ پر سنگ مرمر سے نہایت نفیس بنائی تھی۔ اس میں ایوان و مکان نہایت قرینہ سے بنے ہوئے ہیں۔ وسط میں بارہ دری ہے۔ مرہٹوں کے زمانہ میں اس دولت کدہ پر خزاں آئی۔ ایوان وسطی کے سامنے ایک سنگ مرمر کا حمام بنا ہوا ہے۔ یہ تعمیر بادشاہ نے قبل جلوس تکمیل کو پہنچا دی تھی۔

دولت باغ

اس دولت خانہ کا پائیں باغ اب دولت باغ کے نام سے مشہور ہے۔ نہایت پُر فضا اور سر سبز رہتا ہے۔ وسط میں حوض اور بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ سیر و تفریح کیلئے نہایت اچھی جگہ ہے۔ اب برٹش گورنمنٹ کے عہد میں سڑکیں اور دروازے نئے بنائے گئے ہیں جو نہایت موزوں معلوم ہوتے ہیں۔

درگاہ میراں سید حسین خنگ سوار

آپ خواجہ صاحبؒ کے خسر ہیں۔ نہایت متقی اور صوفی منش بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب جناب امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ بزمانہ شہاب الدین غوری افسر فوج تھے۔ اور قطب الدین ایبک نے آپ کو اجمیر شریف کا قلعہ دار مقرر کرکے بھیجا تھا۔ قطب الدین ایبک کے انتقال کی خبر جب عام ہوئی تو راجہ تجورا کے علاقہ داروں نے ایک جماعت کثیر سے شبخون کیا۔ آپ اُس وقت بہت کم لوگوں کے ساتھ قلعہ میں موجود تھے۔ اور اکثر فوجی لوگ تحصیل زر کے لئے ہر گوشہ میں متفرق تھے۔ آخر کار بتاریخ ۱۷ رجب ۵۹۰ھ میں آپ شہید ہوئے۔ آپ کی تجہیز و تکفین بمقام ملک

ملک ہند ہے صبح کے وقت حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کو مع دیگر شہداء کے قلعہ پر دفن کردیا پہلے آپ کا مزار خام تھا۔ لیکن ۱۰۲۴ھ میں اعتبار خاں خواجہ سرا نے جو اکبر کے عہد میں منصب دو ہزاری اور جہانگیر کے عہد میں منصب ششش ہزاری ذاتی او پانچ ہزار سوار رکھتا تھا۔ اور بخطاب ممتاز خاں ممتاز و سرفراز تھا۔ آپ کے مزار پر عمارت بنوائی جس پر زریں کلس ہے جنوب رویہ کھڑکی پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

شاہنشہِ زمانہ جہانگیر بادشاہ — کاندر زمانِ او شدہ آسودہ دل جہاں
سال دہم بہ عہدِ جلوس مبارکش — شد فتح ملک رانا ازاں شاہ کامراں
و قلعیکہ اندر اجمیر آں شاہ گنج بخش — بر تختِ زر نشستہ بد از فتح شادماں
بود از ہزار افزوں بست و چہار سال — گیتی ز عدل و دادش چوں روضۂ جناں
در روضۂ مقدس سید حسینؒ کرد — ایں بنج رہ صدق و صفا اعتبار خاں

آپ کا مزار بھی زریں غلافوں سے ڈھکا رہتا ہے۔ کٹہرے میں سنہری جوکھٹے ہیں جس میں آئینے جڑے ہوئے ہیں۔ روضۂ شریف کے غرب میں راؤ سندھیا نے ایک سات در کا نہایت خوش وضع دالان ۱۲۲۷ھ میں بنوایا ہے۔ فرش محراب و ستون سنگ مرمر کے ہیں اور غربی محراب کی دیوار پر یہ کتبہ کندہ ہے **قطعہ**

معدنِ نور منبع اسرار — ہست درگاہِ شاہ خنگ سوار
ساخت دالاں کہ ہست شکِ بہشت — راؤ کمانجے سیندھیہ نوفار
۲۷ ۱۲ ۴

اور اختتام تعمیر کی یہ تاریخ کندہ ہے۔

کمانجے راؤ چوں کرد بنائے — مکانِ پُر فضا بر کوہ محکم
پئے تاریخ بستم گفت ہاتف — احاطش تا قیامت باد قائم

اس دالان سے ملحق روضہ کے شمال میں ایک اور دالان ۱۲۲۱ھ میں بالا راؤ ابنگلہ نے بنوایا۔ بیچ کی محراب پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

از بشارت سید الشہدا حسین خنگ سوار — کرد دالان راؤ بالا ابنگلہ بیش شمار ؟
یک ہزار و دو صد افزون بر ازیں کن بست دو — سال ہجرت "خانۂ بیت العدن" آمد شمار

روضہ کی چار دیواری کے دو دروازے ہیں ایک شرق رویہ دوسرا جنوب رویہ۔ دروازہ مشرقی پرانی تعمیر ہے اور جنوبی دروازہ سنگ مرمر سے نیا بنا ہے جس پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

شہسوارِ ملک دنیا شاہبازِ ملک دین — قاتلِ کفار آں سید حسین مہ جبیں
منبع جود و سخا کانِ فتوت و اتقا — واقفِ سرِ ہدا آں محبط نورِ معین
سرور ہر دو جہاں مشکل کشائے انس و جاں — مغفرکون و مکاں آں حاکم دنیا و دین
خانقاہش پر عرق از عطر جنت ہر طرف — مرقدش بردہ شرف چوں عطر بر کوہ زمین
فرش دروازہ ببیں از سنگ مرمر شد مزین — شد مرتب بر زمیں بر صفحہ اش دُرِّ ثمیں
از پئے تاریخ چوں کردم سوال از عقل کل — گفت جو تاریخ او از "روضۂ سلطانِ دین"

درجۂ دوم میں خنگ گھوڑے کی قبر ہے۔ غربی دوسرے درجہ میں مسجد ہے جس کا طول چوبیس گز عرض چھ گز ہے۔ درجۂ سوم میں بھی بڑے بڑے دالان بنے ہوئے ہیں مغرب میں ایک مسجد قدیم بنی ہوئی ہے اور پانی کا حوض بنا ہوا ہے شمال میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ کا نقار خانہ بنا ہوا ہے۔ چوتھے فیٹ بلند اور تیرہ فیٹ چوڑا ایک بلند دروازہ ہے جس کو سمعیل قلی خاں صوبۂ اجمیر نے ۱۰۰۸ھ میں سنگ تراش سے بنوایا تھا۔ دروازہ میں سنگ مرمر کا فرش ہے اور لوح میں قطعہ کندہ ہے۔

بعہد بادشاہِ آسماں قدر — پناہِ ملک و ملت فخرِ ہر دوں

جلال الدین محمد اکبر آں شاہ — کہ دارد زنگین ملک سلیمان
بدیں درگہ کہ ہمچو کعبہ آمد — سوادش عین نور و نورِ ایماں
بنا فرمود ایں ایوانِ عالی — کریم الذات اسمٰعیل قلی خاں
ز"کاخ دلکشا" تاریخ اتمام — اگر خواہد کسے می یابد آساں

کتبہ الراجی درویش محمد الحاجی المشتہر بہ رمزی

بلند دروازہ کے نیچے متعدد دالان ہیں اور ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ صحن میں شہدا کے مزار بنے ہوئے ہیں۔ دروازۂ شمال کے پاس دو آہنی دیگیں ہیں۔ ایک دیگ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ نے بنوائی ہے۔ اور دوسری ملّا مداری نے۔ اور قطعہ تاریخ دیگ پر کندہ ہے

صرف زر ملا مداری کرد در تعمیر دیگ — باد نامش در جہاں روشن بمثلِ آفتاب
بخت در رہتہ اسکے چندش نمودہ اہتمام — گفت ہاتف سالِ تاریخش جہاں شد فیضیاب

لیکن یہی تاریخ اُس دیگ پر بھی کندہ ہے جو خواجہ صاحبؒ کی درگاہ میں چڑھی ہوئی ہے غالباً دونوں دیگیں ایک ہی زمانہ میں اور ایک ہی شخص کے اہتمام سے بنی ہوں گی۔

حضرت سید حسینؒ کا عرس ۱۶- رجب سے ۱۸- رجب تک ہر سال ہوتا ہے جو لوگ عرس خواجہ صاحبؒ میں شریک ہوتے ہیں وہ اس عرس کیلئے ٹھیر جاتے ہیں۔ اور اسے اوپر کا میلہ کہتے ہیں۔ عرس کے دن مزار کے گرد سیروں کلاوہ دیا جاتا ہے جسے ہندو لوٹتے ہیں اُس وقت عجب رقت طاری ہوتی ہے وہ لوٹ کر بھاگتے ہیں اور مسلمان اُنہیں زد و کوب کرتے ہیں اور کلاوہ چھیننے کی کوشش کرتے ہیں مخدام درگاہ کا مذہب امامیہ ہے۔

ڈگی | یہ ڈگی اجمیر کے جنوب میں فصیل شہر کے باہر کرنیل ڈکسن صاحب بہادر سابق سپرنٹنڈنٹ اجمیر نے ۱۸۴۲ء میں بنوائی ہے اس کے چاروں طرف مکانات ہیں۔ تینوں ڈگی کیطرح جھرو

نکالدیئے گئے ہیں۔ اس کے تین دروازے ہیں۔ اسمیں ایک گئوگھ لگا ہوا ہے۔ جس کا سلسلہ
سیسہ کان سے مل گیا ہے اور جب زمانہ خشک سالی میں ڈگی خالی ہو جاتی ہے تو کان سے پانی
لے لیتے ہیں گرد ونواح کے رہنے والوں کو اس سے بہت زیادہ آرام ملتا ہے۔

سہیلی بازار دولت خانۂ شاہجہاں کے پائیں باغ یعنی دولت باغ کے قریب یہ بازار
تیلی کا بنایا ہوا ہے جو زمانۂ اکبر بادشاہ میں سہیلی تھی دو رویہ لداؤ کی دوکانیں بنی ہوئی ہیں
نہروں اور باغوں کے کچھ نشانات باقی ہیں۔

سدابہار پہاڑی یہ پہاڑی تالاب آناساگر کے شرق میں اور دولت باغ کے جنوب
میں واقع ہے اور اس پر متعدد مقبرے بنے ہوئے ہیں جن کا ذکر مسلسل کہیں آچکا ہے۔

سوت برج مالدیو راٹھور راجہ جودھپور نے یہ ایک برج بنوایا تھا جس سے چشمہ کا پانی [illegible]
میں جاتا تھا۔ اس برج کے دو تین درجے ابتک قائم ہیں۔ لیکن پانی اب نہیں جاتا بعض لوگ
اسے روٹھی رانی کا محل بھی کہتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ یہ برج نورالدین جہانگیر کے محل سے
بہت قریب واقع ہے۔

سورج کنڈ یہ کنڈ بھی کرنیل ڈکسن صاحب بہادر نے ۱۸۵۳ء میں بیرون مدار دروازہ
بنوایا تھا۔ کنڈ کے چاروں طرف بارہ دریاں بنی ہوئی ہیں۔ غرب میں سنگ مرمر کا دروازہ ہے
اور ایک دروازہ شمال میں بھی ہے۔ پہلے کبھی اس کنڈ میں پانی رہتا ہوگا اب تو بھروا دیا
گیا ہے۔

سیسہ کان شہر پناہ اجمیر کے قریب ڈگی کے مغرب میں جس پہاڑ پر پیر صاحب کا
چلہ ہے اُسکے نیچے یہ کان بڑی دور تک چلی گئی ہے۔ اندر جگہ جگہ کنوئیں اور باؤڑیاں بنی
ہوئی ہیں۔ جیٹھ بیساکھ کے مہینوں میں کان میں سخت سردی ہوتی ہے لوگ اکثر دروازہ کے

قریب جا جا کر بیٹھتے ہیں اور اکثر چاندنی میں کنوئیں تک چلے جاتے ہیں کسی زمانہ میں اس کان سے بہت زیادہ سیسہ نکلتا تھا مگر اب نہیں نکلتا۔

عیدگاہ | عیدگاہ اجمیر شریف کے مشرقی شمالی حصّہ میں واقع ہے۔ نواب میرزا چمن بیگ ابن میرزا عادل بیگ نے ۱۱۲۳ھ میں اسے بنوایا۔ طول ۱۳۰ گز اور عرض ۴۰ گز ہے۔ شرق رویہ پانچ دروازے ہیں۔ پیش عیدگاہ بہت بڑی زمین پڑی ہوئی ہے محراب وسطی میں یہ قطعہ کندہ ہے۔

شہِ ملکِ توحید خواجہ معین	جبیں بر درش سود عرش بریں
زفیضش شدہ فر و زیبِ جہاں	یگانہ زماں فخرِ دین متیں
ز لطف و کرم آں ولیِّ اللہ	شدہ شمسِ دیں نورِ شرعِ مبین
ز عونش بنا کرد ایں عیدگاہ	چمن بیگ از روئے صدقِ یقین
بتاریخ سالش خرد ایں بگفت	شد آراستہ معبدِ اہلِ دیں

فصیل شہر | پندرھویں سال جلوس اور ۹۸۰ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے محل میں شہزادہ مراد پیدا ہوئے۔ اور بادشاہ اس مراد میں کامیاب ہو کر ۲۲ ربیع الثانی کو بار چہارم اجمیر شریف آئے اور فصیل شہر بننے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ پتھر اور چونہ سے ایک دیوار بمنزل حصار شہر کے اردگرد کھینچی گئی جس کا دَور چار ہزار سینتالیس گز تھا۔ اب یہ فصیل کثر مقامات پر شکستہ ہو گئی ہے لیکن کہیں کہیں باقی بھی ہے۔

فیل سنگ | شہر پناہ کے باہر دولتخانہ اکبر کے قریب (جو میگزین مشہور ہے) جو سڑک حوالی شہر کی ہے اُسکے کنارے ایک پیپل کے درخت کے نیچے ایک پتھر کا ہاتھی بنا ہوا ہے جس کو لوگ بھیروں جی کہتے ہیں۔ یہ ہاتھی سنگ خارا کا بنا ہوا ہے اس کی سونڈ اور کان ٹوٹے ہوئے ہیں۔ یہ ہاتھی عہد جہانگیر بادشاہ میں کسی بڑے پتھر کو تراش کر بنایا

گیا تھا ہاتھی کے پہلوئے راست پر یہ شعر کندہ ہے۔

تاریخ فیل سنگ شد از حکمت الٰہ   این کوہ پارہ فیل جہانگیر بادشاہ

فائی ساگر یہ تالاب شہر کے مغرب میں ۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میونسپل کمیٹی نے ۱۸۹۱ء میں اسے بنایا ہے۔ مہتمم تعمیر مسٹر فائی ایگزیکٹیو انجنیر تھے۔ اس لیے اُن کے نام سے موسوم ہو گیا۔ یہاں سے تمام شہر میں نلوں کے ذریعہ سے پانی پہنچایا جاتا ہے۔ اسکی لاگت تخمیناً ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ ہے۔ لب تالاب ایک کاٹ کا بنگلہ بنا دیا گیا ہے جو کنارے سے سطح آب تک چلا گیا ہے۔ اِدھر اُدھر باغ لگوائے گئے ہیں غرضکہ سیر و تفریح کیلئے بھی یہ مقام نہایت روح افزا ہے۔

کوہ اربلی اسی پہاڑ کے دامن میں اجمیر شریف آباد ہے۔ ہندی کتابوں میں اس کا نام اربلی پربت لکھا ہے اور انگریزی میں ارادبل کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ اجمیر کے چاروں طرف پھیلا ہے اور اس کا سلسلہ ہندوستان میں دور تک چلا گیا ہے انا ساگر کے مغربی حصہ میں اسی پہاڑ کا ایک حصہ ناگ پہاڑ کے نام سے مشہور ہے یہاں کی لکڑی اچھی ہوتی ہے۔ یا جلن کو پاس لینا پڑتا ہے۔ لیکن یہاں موذی جانوروں کا ہر وقت خوف لگا رہتا ہے اکثر درویش اس پہاڑ میں معتکف نظر آتے ہیں۔

گنج شہدا درگاہ میراں سید حسینؒ کے جنوب میں یہ گنج شہدا بنا ہوا ہے جہاں لاتعداد مزارات بنے ہوئے ہیں ۱۰۲۲ھ میں وزیر خاں کلاں نے جو جہانگیر بادشاہ کے امیروں میں سے تھا ان مزاروں کے اردگرد ایک چار دیواری کھچوا دی ہے کہ مزارات ان کی بے حرمتی نہ ہو تب ان کو باوجود کوشش کے آج تک کوئی گن نہیں سکا ہے بیچ میں ایک گنبد ہے اور اس میں بھی ایک مزار بنا ہوا ہے۔

گھنٹہ گھر اسے جوبلی ٹاور بھی کہتے ہیں۔ یہ مینار ۱۸۹۷ء میں بیادگار جوبلی ملکہ معظمہ مرحومہ سنگ مرمر اور سنگ سرخ سے اسٹیشن کے مقابلہ میں بنایا گیا ہے۔ بالائی حصہ میں بڑی بڑی چار گھڑیاں لگی ہیں جو دور سے نظر آتی ہیں۔ اسکی تعمیر میں تخمیناً دس ہزار روپیہ صرف ہوئے

گنبد شادی لو سدا بہار پہاڑی پر یہ ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ اسمیں ایک بہت بڑا پتھر تراشا ہوا رکھا ہے۔ جو مدور شکل آسیا ہے۔ گنبد کے غرب میں سنگ سرخ کا فرش ہے اور ایک دالان بنا ہوا ہے جس کے متصل ایک پختہ حوض ہے جسمیں بارہ مہینے پانی رہتا ہے سدا یہاں چکر پر تیل اور سیندور چڑھاتے ہیں۔ اور مجاور یہاں کا مسلمان ہے۔

مسجد گیسو خاں اندرکوٹ کے مغرب میں تاراگڈھ کے راستہ پر یہ قلندری مسجد واقع ہے مسجد کے دکھن میں سنگین باؤلی بنی ہوئی ہے پہلے یہاں باغ لگا ہوا تھا اب مٹی اور چونہ کا ڈھیر لگا ہوا ہے صرف مسجد اور باؤلی باقی ہے۔ لوح مسجد پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بعہد حضرت شاہ فلک قدر	پناہ دین احمد ظل یزداں
جلال الدین محمد شاہ اکبر	سکندر حشمت و دارائے دوراں
بہ یمن ہمت خان حسن خلق	بپہر جود گیسو خاں عمراں
ہجرت نہ صد و ہفتاد و شش بود	کہ شد تعمیر ایں سقائے میراں

کتبہ الراجی درویش محمد حاجی

غالباً یہاں اس زمانہ میں حمام بھی تھا۔ جو اب ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہو گیا۔

مسجد تلوکدی درگاہ بازار کے آخری حصہ میں یہ مسجد قائم ہے۔ اسکی تین بڑی بڑی محرابیں ہیں لیکن صحن مختصر سا ہے۔ گنبد لداؤ کا ہے اور خراب ہے لوح سنگین میں یہ عبارت کندہ ہے۔ اللہ اکبر ایں مسجد را بانی تلوکدی کلاونت بیچی بنت میاں تانسین کلاونت

راست کردہ است ۸۶۲ھ

ملوسر اجمیر شریف کے جانب جنوب یہ دو حوض ہیں جن کو ملو اقبال خاں اور ان کے بیٹے ملو خاں نے بنوایا تھا۔ ملو خاں سلطان محمود خلجی کیطرف سے عرصہ تک حاکم اجمیر رہا تھا اور اسکی وفات کے بعد خود ہی یہاں کا حکمراں ہوگیا تھا۔ پہلے ان کے آس پاس باغ لگے ہوئے تھے اب ان کا نشان تک نہیں ہے۔ شکستہ مسجدیں بھی یہاں دو تین موجود ہیں حوض چھوٹے اور بڑے ملوسر کے نام سے مشہور ہیں۔ چھوٹے ملوسر میں پانی پایاب ہے دسویں محرم کو شہر کے تعزیے اسی میں دفن کئے جاتے ہیں۔ اسی کے قریب قبرستان ہے جہاں اب تک مردے دفن ہوتے ہیں۔

میو کالج ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو حسب تحریک لارڈ میو گورنر جنرل چھ لاکھ اکتیس ہزار روپیہ اس کالج کیلئے چندہ ہوا اور جانب شرق یہ عالیشان کالج تعمیر کیا گیا۔ اسمیں اکثر راجہ اور رئیسوں کے لڑکے تعلیم پاتے ہیں لارڈ میو کا مجسمہ صحن کالج میں سنگ سیاہ کا بنا ہوا نصب ہے۔

مدارس یوں تو اجمیر شریف میں مدرسے بہت زیادہ ہیں لیکن قابل ذکر صرف یہ ہیں (۱) میو کالج (۲) گورنمنٹ کالج (۳) مشن اسکول (۴) معینیہ ہائی اسکول (یہ نو تعمیر ہے) (۵) براہیج اسکول (۶) آریہ سماج اسکول (۷) گرل اسکول۔ اسمیں صرف لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں

مشہور محلے اور بازار درگاہ بازار، لنڈی بازار، نکاس کا چوک، نیا بازار، مدار دروازہ، قیصر گنج، عیدگاہ، نواب کا بیڑہ، کھاری کنواں، محلہ مومناں، خطہ شور گران، چوک بنی گران، لاکھن کوٹھری، گھیٹی، اناج بازار، پرانی منڈی، گنج، محلہ دیسوالیان، خطہ جاہ شور، محلہ خانوادن، گھی منڈی، موتی کٹلہ، ڈگی، مسلمان موچیان گلی، قدوشمیہ گلی، سنگر خانہ گلی، جمن جی روٹ، خطہ ترکمان، محلہ جاہ، ٹھڈ وغیرہ وغیرہ

مولچند سوہنی کے مندر

سیٹھ مولچند سوہنی اجمیر کے رؤسا میں سے تھے۔ ان کا ایک مندر، خادموں کے محلہ میں مشہور ہے۔ نہایت نفیس عمارت میں سنہری اور روپہلی کام ہو رہا ہے بت بھی طلائی اور سیمین اسمیں رکھے ہوئے ہیں۔ دوسرا مندر آگرہ دروازہ سے باہر بجانب شمال مدتوں سے تعمیر ہو رہا ہے۔ سالہا سال سے اسمیں کام جاری ہے۔ اور نہایت خوشنما عمارت ہو گئی ہے لاکھوں روپیہ ان مندروں پر صرف ہو گیا لیکن کام ہنوز جاری ہے سیٹھ مولچند سوہنی کے لڑکے اب تک موجود ہیں۔ دوسرے مندر کو عام لوگ دیکھ سکتے ہیں جس میں شیشہ کا کام نہایت بیش بہا ہے پہلے مندر میں مسلمانوں کو جانے کی اجازت نہیں لیکن طلائی کام باہر سے بھی نظر آتا ہے۔

مزار میر تاراغان و امیر ترغان شہید

یہ مزار چشمہ نور کے غربی سطح پہاڑ پر واقع ہیں جنہیں امیر تاراغان اور امیر ترغان شہید آسودہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں سردار تھے۔ اور بعض ان کو حضرت سید حسین خنگ سوار کا ماموں بتاتے ہیں۔ آپ کے مزارات کے گرد پختہ چار دیواری، دروازہ اور جھالرہ بنا ہوا ہے جنبیلی کے درخت بکثرت مزاروں پر چھائے رہتے ہیں۔ اور شہیدوں کے مزار بھی یہاں لاتعداد موجود ہیں کسی زمانہ میں یہ مقام سنبل گڈھ کے نام سے مشہور تھا عوام میں اس درگاہ کا نام "تانا تونا شہید" مشہور ہے۔

نور چشمہ جہانگیر

قلعہ تاراگڈھ کے مشرق میں یہ چشمہ نور واقع ہے۔ یہاں پہلے پرانا شہر آباد تھا جس کو راجہ آجیپال نے آباد کیا تھا۔ مکانات کے نشانات اب تک بعض جگہ معلوم ہوتے ہیں جب فصیل شہر بنی تو وہ شہر بالکل معدوم ہو گیا جب نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھے تو دسویں سال جلوس میں کہ ۱۰۲۴ھ

تھے اجمیر شریف آئے۔ اور ایک عالیشان محل اس چشمہ کے متصل تعمیر کرایا جسکی تاریخ تعمیر یہ ہے:۔ محل شاہ نورالدین جہانگیر

دروازہ کی محراب پر سنگ مرمر کی لوح میں یہ اشعار کندہ ہیں۔

بلند اقبال شاہ ہفت کشور	کہ وصف او نمی گنجد بہ تقریر
فروغ خاندان شاہ اکبر	شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر
دریں سرچشمہ چوں آمد ز فیضش	رواں شد آب خاکش گشت اکسیر
شہنشہ کرد نامش چشمۂ نور	شدہ آب خضر زو جاشنی گیر
دہم سال از جلوس شاہ غازی	بحکم بادشاہ نیک تدبیر
بہ طرف چشمۂ نور ایں عمارت	جہاں آرائے شد از روئے تقدیر
خرد تاریخ اتمامش رقم کرد	محل شاہ نورالدین جہانگیر

یہ چشمۂ نور اب بھی چشمہ یا تال کہلاتا ہے۔ قصر و ایوان میں سے صرف ایک دروازہ اور سنگ سرخ کے شکستہ دالان باقی ہیں۔

ناتواں شاہ کا تکیہ

درگاہ شریف کے گوشۂ جنوب و مشرق میں فصیل شہر کے اندر یہ تکیہ بنا ہوا ہے۔ ناتوں شاہ عہد محمد اکبر بادشاہ میں زندہ تھے ایک عرصہ تک حبس دم کئے ہوئے اس جگہ پہاڑ کے ایک غار میں بیٹھے رہے۔ جب شہر پناہ تعمیر ہونے لگی اور اسجگہ بنیا کھدنے کی نوبت آئی تو لوگوں نے غار میں آپ کو دیکھا۔ مہتمم تعمیر نے آپ سے منت عرض کیا کہ آپ کوئی اور جگہ سکونت کیلئے پسند فرما لیں یہاں بادشاہ کے حکم سے شہر پناہ بنوائی جائیگی۔ جواب دیا کہ فقیر جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا۔

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے   اور ہوں گے تری محفل سے ابھرنے والے

آخر مجبور ہو کر اُسی جگہ ایک گنبد بنا دیا گیا جو فصیل شہر میں ہے۔ اور شاہ صاحب وہیں بیٹھے رہے۔ اس گنبد میں ایک مزار بھی ہے۔ اور کسی صحرائی یا دریائی جانور کے انڈے چھت میں لٹکے ہوئے ہیں۔ گنبد کے آگے سمت مشرق پختہ چوک بنا ہوا ہے جس میں آپ کے مرید اور چیلے دفن ہیں۔ یہ مقام بہت بلندی پر واقع ہے اور یہاں سے تمام شہر نظر آتا ہے

اجمیر شریف

گورنمنٹ برطانیہ کے عہدِ مُبارک میں

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ سے مُسلمانوں کی سلطنت روز بروز ضعیف ہوتی گئی۔ اور اُس کا اثر اجمیر پر بھی پڑا۔ آبادی گھٹنی شروع ہو گئی۔ مکانات ویران ہونے لگے۔ باغوں میں خزاں آگئی۔ اور وہ رونق اور چہل پہل جو پہلے نظر آتی تھی بالکل جاتی رہی۔ مرہٹوں کی عملداری میں محلے کے محلے ویران ہو گئے۔ لیکن ۱۸۱۸ء میں اجمیر شریف برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ حکومت آیا اور اُس وقت سے اسکی آبادی روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ جو مقامات ویران پڑے تھے اُن میں لاکھوں روپیہ لگا دیا گیا کہ آباد ہو جائیں۔ نئی عمارتیں بنیں مشرقی حصے میں ریلوے اسٹیشن، میو کالج اور کوٹھیاں تعمیر ہوئیں۔ ریلوے کے کارخانے بنے جنمیں لاکھوں پردیسی آکر نوکر ہو گئے اور آبادی دس گنی زیادہ ہو گئی۔ ترپولیہ دروازہ سے مدار دروازہ تک فرش سنگین بنا۔ اب گیس کے ہنڈے بھی جا بجا روشن ہوتے ہیں بازار وسیع کر دئے گئے ہیں۔ دو ایک جگہ پارک بنانے کی بھی تجویز ہے۔ یکم اگست ۱۸۷۵ء کو ریلوے لائین اجمیر سے آگرہ تک نکلی۔ غرضکہ تھوڑے ہی عرصہ میں اجمیر ایک بارونق شہر ہو گیا جو الحمد للہ اب تک ابھی اُسی شان سے آباد ہے۔

سارے شہر میں نلوں کے ذریعہ سے آب رسانی ہوتی ہے۔ قدیمی دروازوں پر پولیس کی چوکیاں قائم کی گئی ہیں۔ قسم قسم کے محکمے ہونے کی وجہ سے اجمیر شریف ایک بہت بڑا شہر نظر آتا ہے اور اپنے گرد و نواح میں دور دور اپنا ہمسر نہیں رکھتا ع

"سب یہ فیضِ خواجۂ اجمیر ہے"

مختصر حالاتِ عرس

خواجہ غریب نوازؒ کا عرس ہر سال چھٹی رجب کو ہوتا ہے۔ لوگ ۲۹۔ تاریخ ہی سے آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اجمیر شریف میں لوگوں کا بہت زیادہ اژدہام ہو جاتا ہے مکانوں کا کرایہ دس گُنا ہو جاتا ہے۔ اور لوگ بخوشی دینے کو تیار۔ بہت سے دُکان دار قبل عرس مکان بنوا لیتے ہیں اور اکثر ایام عرس میں قیمتِ تعمیر صرف کرایہ میں وصول ہو جاتی ہے۔

درگاہ شریف چھ روز تک دُلہن بنی رہتی ہے۔ فقرا اور مشائخ ہر جگہ بیٹھے نظر آتے ہیں۔ حاجت مند درختوں سے ہاتھ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی دلی مرادیں پاتے ہیں درگاہ بازار میں سوداگروں کی دوکانیں عجب شان سے سجائی جاتی ہیں۔ اور بھیڑ کی وجہ سے درگاہ میں تل رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ دن کو مجالس قوالی رات کو چپہ چپہ پر روشنی حال قال کی محفلیں گرم ایک دلفریب کیفیت ہوتی ہے جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

بعض معتقدین پیادہ پا دور دراز سے آتے ہیں اور اسی طرح واپس جاتے ہیں جیسا کہ اس بارہ میں مشہور ہیں۔ چھٹی تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ اور پھر لوگوں کا دل وہاں نہیں لگتا۔ واپسی کے وقت بمشکل ریل ملتی ہے۔

تحائف عرس میں ریوڑیاں الائچی دانے۔ صندل در غسل کا پانی مشہور ہے۔ خدام ان دنوں میں وارے کے نیارے کر لیتے ہیں۔ ایام عرس میں کئی بار مزار مبارک کو غسل

دیا جاتا ہے اور وہ پانی تبرکاً و تیمناً زائرین لیجاتے ہیں۔ روضہ مبارک ہر وقت مہکا کرتا ہے صندل اور عطریات کی بھرمار روضۂ شریف کو روضۂ بہشت سے زیادہ پُر بہار اور مشام انگیز بنا دیتی ہے۔ بڑی بڑی دور سے نامی گرامی طوائفین آتی ہیں اور رنگ محفل جما کر گاکر بجاکر سامعین کو محو کیفیت بناتی ہیں۔

دیگیں بھی اس زمانہ میں بہت زیادہ چڑھتی ہیں۔ اور خیرات بھی بہت زیادہ ہوتی ہے غرضکہ ان چھ دنوں میں جو دھوم دھام یہاں ہو جاتی ہے وہ معمولی دنوں نہیں رہتی۔ چونکہ ماہ رجب میں اکثر بزرگوں کے عُرس ہوتے ہیں اسلئے بعض لوگ مہینہ مہینہ بھر مقیم رہتے ہیں اور برکات و فیوض سے مستفیض و مبارک ہوکر واپس جاتے ہیں و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بالخیر

خاتمہ

میں اس قادرِ مطلق کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کے فضل و کرم نے مجھے اس تاریخ کی تکمیل میں مدد دی مجھے بھی دوسرے مورخین کی طرح جو دقتیں تدوین تاریخ میں پیش آئیں وہ میں ہی خوب جانتا ہوں۔ لیکن کرم کردگار نے اُن سب کو آسان کر دیا۔

اب میں اس کتاب کا حق تالیف ہمیشہ کیلئے جناب منشی خواجہ بخش صاحب مالک الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ کو دے دیتا ہوں کہ وہ اس تاریخ کی اشاعت بہم پہنچا کر اہل ملک کو فائدہ پہنچائیں اور ترقی اشاعت کے ذریعہ سے میرے بعد یہ حقیر تالیف میری یادگار رہے

غرض نقشیست کز من یاد ماند ۔۔۔ کہ ہستی را نمی بینم بقائے

آگرہ

۵ دسمبر ۱۹۲۶ء

(ابو الفخر سیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی)
کیسر باغ منڈی حجام آگرہ